نمبر ۷ | مورخہ ۱۶ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء | یوم پنجشنبہ | مطابق ۲۹ صفر سنہ ۱۳۵۰ھ | جلد ۱۹

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل ورحم سے اچھی ہے۔ خاندانِ نبوت میں بھی خدا کے فضل سے خیریت ہے۔

۱۱- جولائی۔ مقامی انصار اللہ کا نواں تبلیغی وفد جو سولہ اصحاب پر مشتمل تھا۔ میدان تبلیغ میں روانہ کیا گیا:۔

۱۳- جولائی۔ بعد نماز عشاء مسجد اقصےٰ میں جناب ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب بی۔اے مدرس مدرسہ احمدیہ نے ذکر حبیب پر تقریر فرمائی:۔

۱۴- جولائی۔ ڈپٹی انسپکٹر آف سکولز نے تعلیم الاسلام ہائی سکول کا اچانک بغیر اطلاع معائنہ کیا۔ سکول کے انتظام۔ تعلیم اور سٹاف کے متعلق بہت عمدہ رائے ظاہر کی:۔

۱۵- جولائی مولوی اللہ دتا صاحب نارووال ضلع سیالکوٹ روانہ ہوئے۔ جہاں سنیوں اور شیعوں کے مابین ایک مناظرہ قرار پایا ہے۔ اہلسنت والجماعت کی طرف سے مولوی صاحب موصوف مناظر ہونگے:۔

واقعاتِ ریاست جموں وکشمیر

کے متعلق

جماعت احمدیہ قادیان کا جلسہ

[illegible] جلسہ عام معاملات ریاست جموں وکشمیر کے متعلق منعقد ہوا۔ اور جس میں سامعین بہت بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ اس میں حسب ذیل قرارداد یں باتفاق آراء پاس کی گئیں:۔ (مدیر)

۱۔ جماعت احمدیہ قادیان نے انتہائی رنج وافسوس کے ساتھ ریاست جموں وکشمیر کے ان واقعات کو سُنا۔ جن کا وہاں کے مسلمانوں کے ضروری حقوق اور اصولِ دین پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ یہ جلسہ ہز ہائنس مہاراجہ صاحب کشمیر سے پُرزور اپیل کرتا ہے۔ کہ فوراً ان امور کی اصلاح کریں۔ اور اس بات کا اعلان کر دیں۔ کہ آئندہ مسلمانانِ کشمیر کو ہر معاملہ میں مکمل آزادی حاصل ہوگی:۔

۲۔ یہ جلسہ ہز ایکسیلنسی وائسرائے ہند سے اپیل کرتا ہے کہ انسانیت۔ آزادی اور انصاف کی خاطر ان معاملات میں مداخلت کریں:۔

۳۔ یہ جلسہ مسلمانان ہند سے اپیل کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے برادرانِ کشمیر کو آزادی دلانے کے لئے پُرزور جدوجہد کرنے کی خاطر باسوخ مسلمانوں کی ایک زبردست مرکزی جماعت مرتب کریں:۔

۴۔ ان قراردادوں کی نقول مہاراجہ کشمیر۔ وائسرائے ہند۔ پولیٹیکل سکرٹری گورنمنٹ ہند اور پریس کو بھیجی جائیں:۔

تبلیغی رپورٹ

سماٹرا میں تبلیغ احمدیت

ساٹھ اشخاص سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے

مولوی محمد صادق صاحب مولوی فاضل مبلغ سماٹرا کی طرف سے حال میں جو مفصل رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ تبلیغی فرائض سرانجام دینے کے لئے انہوں نے بہت اچھا پروگرام بنایا ہے۔ رات کے چند گھنٹوں کے علاوہ باقی اوقات مولوی صاحب خدمت دین اور تبلیغ احمدیت میں صرف کرتے ہیں۔ جماعت میں درس دینا۔ احمدیہ سکول میں پڑھانا۔ مختلف لوگوں۔ اور مختلف انجمنوں کے اراکین سے ملاقات کر کے تبلیغ حق اور تبادلہ خیالات کرنا۔ بازاروں اور شہر میں پھر کر مختلف افراد سے انفرادی طور پر عقائد احمدیہ کے متعلق گفتگو کرنا آپ کا روزمرہ کا کام ہے۔ امید ہے۔ کہ اگر مولوی صاحب اپنے مقررہ پروگرام کے مطابق باقاعدہ کام کرتے رہے۔ تو بعید نہیں۔ کہ چند ہی دنوں کے اندر اندر جزیرہ سماٹرا میں ایک نمایاں انقلاب پیدا ہو جائے۔

سماٹرا کے لوگ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بارہا فرما چکے ہیں۔ صداقت بہت جلدی قبول کر لیتے ہیں۔ حق کے کھل جانے کے بعد یہ لوگ ضد اور تعصب سے اڑے نہیں رہتے۔ یہ بات حضور نے اس وقت ہی نہیں فرمائی۔ جبکہ وہاں ہمارے مبلغ پہونچ چکے تھے۔ بلکہ اس وقت بھی جبکہ ابھی یہاں چند ہی سماٹرا کے طلباء آئے تھے۔ بارہا فرمایا۔ مجھے امید ہے۔ سماٹرہ اور جاوا میں ہماری جماعت بہت جلد پھیل جائے گی۔ احباب جماعت اس بات سے ناواقف نہیں۔ کہ سماٹرا میں جو کامیابی ہمیں ان چند ہی سالوں کے اندر ہوئی ہے۔ وہ بہت خوشکن ہے۔ علاوہ ازیں یہ ہے۔ کہ وہ اپنے مسیح علیہ السلام کے غلاموں کی تعداد ہی نہیں بڑھا رہا۔ بلکہ ان کی عزت اور وجاہت بھی بڑھا رہا ہے۔ اس بات کے اثبات کے لئے میں مولوی محمد صادق صاحب کے خط کی چند سطور قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:-

اس ماہ میں جو اہم واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ ہے۔ کہ برادرم احمد نور اللہ صاحب کے گاؤں والوں نے اس سے بائیکاٹ کر دیا۔ اسے وہ حقوق حاصل نہ تھے جو تمام اہل دہ کو حاصل ہیں (مولوی صاحب کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو حق ایک اہل دہ کو حاصل ہوتا ہے۔ یا ہونا چاہیئے۔ مولوی احمد نور الدین صاحب سے چھینا گیا۔ کیونکہ وہ احمدی ہو گئے تھے) اس لئے حبیب برادرم موصوف بیمار ہو کر اپنے گاؤں گیا۔ تو لوگوں کے طعنوں اور بائیکاٹ وغیرہ سے تکلیف پہونچی۔ اس نے وہاں کے علاوہ اپنے بائیکاٹ کے متعلق چٹھی دے دی۔ اور ہیڈ پاڈنگ (مرکز) میں لکھا کہ یہ حال ہے۔ یہاں سے امیر صاحب جماعت احمدیہ پاڈانگ اور ڈیمنگ صاحب دونوں تشریف لے گئے۔ اور اس معاملہ کو وہاں کے افسر (ڈیمنگ) کے سامنے پیش کیا۔ اس نے تحقیقات کے بعد فیصلہ کیا۔ کہ مولوی احمد نور الدین کو گاؤں میں وہی حقوق حاصل ہیں جو اس کے دوسرے باشندوں کو حاصل ہیں کسی کو اس بات کی اجازت نہیں کہ اس کو ملامت وغیرہ کرے۔ یا اس کے حق میں تکلیف دہ الفاظ استعمال کرے۔ اگر کسی نے ایسا کیا۔ تو میں بازپرس کروں گا۔ یہ فیصلہ سب حمید ان کے متعلق ہے۔

دوسرا معاملہ یہ ہے۔ کہ ایک دوست نے اپنی لڑکی کی شادی کرنی چاہی اور نکاح کے لئے دن مقرر کیا۔ لیکن اہل دہ نے روکا۔ اور کہا۔ لڑکی کا باپ اس کا ولی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ احمدی ہو گیا ہے جس کی وجہ سے اس دوست نے مقدمہ افسران کے پیش کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ احمدی اپنی لڑکی کا ولی قرار دیا گیا۔ اور لکھا گیا۔ کہ اس کے بغیر کوئی اور شخص اس کا ولی [illegible]

تیسرا واقعہ ایک خوشخبری ہے وہ یہ ہے۔ کہ جماعت احمدیہ سماٹرا بفضلہ تعالیٰ ترقی کر رہی ہے۔ تیکونگن سے اطلاع آئی ہے۔ کہ ایک گاؤں کے دس آدمی داخل سلسلہ ہوئے۔ ان کے فوٹو بھی ہمیں پہونچ چکے ہیں۔ اس طرح اس گاؤں میں ایک نئی جماعت قائم ہو گئی ہے۔

ایک دوسری جگہ سے جس کا نام بنکا صولو ہے۔ اطلاع ملی ہے۔ کہ قریباً پچاس اشخاص داخل احمدیت ہوئے۔ وہاں بھی پہلے کوئی احمدی نہ تھا۔ ان دونوں جگہوں میں علی الترتیب برادرم حاجی محمود احمد صاحب اور مکرم مارہ گیگنڈ و عثمان صاحب کام کر رہے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

مباہلہ میں شامل ہونے والے اصحاب کو اطلاع

ایک گذشتہ پرچہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا جو خطبہ جمعہ شائع ہو چکا ہے۔ اس میں احباب نے پڑھا ہوگا۔ کہ ایک مباہلہ کا چیلنج منظور فرماتے ہوئے حضور نے اپنی جماعت کے ایک ہزار افراد کو مباہلہ میں شامل کرنے کا شرف عطا کیا ہے۔ پس جو احباب یقین اور وثوق اور دو شاہدہ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لا چکے ہیں۔ اور مباہلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے نام استخارہ کے بعد بہت جلد ارسال کر دیں۔

چونکہ ایسے ناموں کی جلد ضرورت ہے۔ اس لئے استخارہ ایک آدھ دن کا کافی ہوگا۔ صرف پہلے ایک ہزار نام مباہلہ کی فہرست میں درج کئے جائیں گے۔

خاکسار پرائیویٹ سکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

میں تمام جماعت ہائے احمدیہ سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے تمام مبلغوں کی کامرانی و کامیابی کے لئے خاص طور پر دعا فرماتے رہیں۔ جہاں ہمارے لئے مغربی ممالک کی فتح کے لئے بہت درد دل سے پے در پے دعا کرنا ضروری ہے۔ وہاں ہمیں مشرقی ممالک کا بھی خاص طور پر خیال رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ ہمارے امام علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف مغرب کو فتح کرنے نہیں آئے۔ بلکہ مشرق کو بھی جسے اس وقت گمراہی و ضلالت کی وجہ سے مغرب ہی کہنا چاہیئے۔ فتح کر کے نور آسمانی سے منور کرنے کے لئے آئے ہیں۔

ناظر دعوت و تبلیغ۔ قادیان

جموں میں توہین قرآن کی تحقیقات کی حقیقت

چند دن ہوئے۔ توہین قرآن کے متعلق مسٹر ویکفیلڈ کی جو تحقیقات سرکاری طور پر شائع کی گئی تھی۔ اور جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ مسلم نمائندے جنہیں خود مسلمانوں نے منتخب کیا تھا۔ اور جو تحقیقات میں شریک رہے تھے۔ اس کے نتائج کے ساتھ متفق ہیں۔ اس کی حقیقت ذیل کی رپورٹ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ جو برائے اشاعت ہمیں موصول ہوئی ہے۔

گذشتہ ماہ جنوری ۱۹۳۱ء کی کبریٰ میں چند ایک ایسے ناخوشگوار واقعات ظہور میں آئے۔ جو مسلمانوں کے مذہبی جذبات سے تعلق رکھتے تھے جن میں سے ایک توہین قرآن کریم کا معاملہ بھی تھا۔ جو جموں جیل پولیس لائن میں ہوا تھا۔ ان حالات کا علم جب سری مہاراجہ بہادر کو ہوا۔ تو انہوں نے نہایت مہربانی سے مسٹر ویکفیلڈ صاحب پولیس اینڈ فارن منسٹر کو اپنا قائم مقام مقرر فرما کر جموں تحقیقات کے لئے بھیجا۔ صاحب موصوف نے انجمن ہائے اسلامی کے پریذیڈنٹ و سکرٹری صاحبان کو باریابی کا موقعہ بخشکر ارشاد کیا۔ کہ آپ اپنی تکالیف میرے سامنے بیان کریں چنانچہ زبانی طور پر ان کے سامنے مطالبات پیش کئے گئے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ دینی معاملات کا میں اس جگہ فیصلہ کرتا ہوں۔ اور ملکی معاملات کے لئے آپ میرے ساتھ کشمیر چلیں۔ میں مہاراجہ صاحب بہادر کے سامنے آپ کو پیش کر کے مطالبات پیش کر دوں گا۔ دوسرے دن قرآن شریف کی توہین کا معاملہ پیش ہوا۔ تو جناب مسٹر ویکفیلڈ صاحب نے دو نمائندے مذکورہ صاحبان میں سے (یعقوب علی اور الطاف علی شاہ) اس تحقیقاتی کمیٹی میں مسلمانوں کی طرف سے نامزد کئے۔ دو دن کی بحث کے بعد جس نتیجہ پر ممبر صاحبان پہونچے۔ وہ حسب ذیل ہے:-

جناب مسٹر ویکفیلڈ صاحب نمائندہ حکومت کشمیر:- قرآن کریم کی توہین کو توہین مانتا ہوں۔ لیکن میرے خیال میں یہ اتفاقی امر تھا۔ اور میرا بیان ہے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔

یعقوب علی مسلم نمائندہ:- میں خدا کو حاضر ناظر جان کر ایمان سے یہ کہتا ہوں۔ کہ قرآن کریم کی توہین ہوئی۔ اور ملزم نے عمداً ایسا کیا۔ اور غصہ میں آ کر کیا (مسٹر ویکفیلڈ صاحب سے مخاطب ہو کر) باقی رہا میری رائے کا اثر۔ یہ جناب کا کام ہے کیونکہ جج بہت دفعہ اسیسر کی رائے سے اتفاق کرتا ہے۔ اور بہت دفعہ اختلاف۔۔

سید الطاف علیشاہ صاحب- میرے خیال میں قرآن کریم کی توہین ہوئی۔ لیکن یہ ثابت نہیں ہوا۔ کہ قرآن ہاتھ سے چھین کر زمین پر دے مارا۔ قرآن بستہ [illegible] کر زمین پر پھینکا یا۔ اس طرح توہین فرد ہوئی ہے (نامہ نگار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۷ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۶ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء | جلد ۱۹

مسلمانانِ جموں و کشمیر کی حالت

اور

مسلمانوں کا فرض

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے قلم سے)

اس سے پہلے مَیں دو۲ مضامین میں اس مسئلہ کی طرف مسلمانوں کی توجہ کو پھیر چکا ہوں۔ لیکن جہاں تک میرا خیال ہے۔ اب تک اس مسئلہ کی اہمیت اور اُس کی باریکی کو مسلمان نہیں سمجھے۔ یہ تو شکر کا مقام ہے کہ عام طور پر مسلمانوں میں کشمیر کے مسلمانوں کی حالت کی طرف توجہ پیدا ہو گئی ہے۔ اور ملک کے مختلف حصوں میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے۔ کہ کشمیر کے مسلمانوں جیسے یار و مددگار نہیں چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور سب مسلمانوں کو آزادی کی جد و جہد میں برادرانِ کشمیر کی امداد کرنی چاہیئے۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسا نظام قائم نہیں ہوا جس کے ماتحت کام کو خوش اسلوبی کے ساتھ چلایا جا سکے۔

یوم کشمیر منانے کی تحریک

پچھلے دنوں ایک تحریک پشاور سے کی گئی۔ کہ دس۱۰ جولائی کو یوم کشمیر منایا جائے۔ دوسری تحریک کانپور سے کی گئی۔ کہ اٹھائیس۲۸ جولائی کو یوم کشمیر منایا جائے۔ اب ایک تیسری تحریک لاہور سے کی گئی ہے۔ کہ چوبیس۲۴ تاریخ کو یوم کشمیر منایا جائے۔ اس قسم کے اختلاف کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ایسی کوئی تحریک بھی کامیاب نہ ہو سکے گی۔ اور ہر ایک تحریک کے محرکوں سے تعلق رکھنے والے الگ الگ دنوں میں جلسے کر کے اس حقیقی فائدہ سے جو مظاہروں میں مقصود ہوتا ہے۔ محروم رہ جائینگے نیز آپس میں شقاق بھی پیدا ہوگا۔ ہر ایک محرک کو یہ احساس ہوگا۔ کہ چونکہ دوسروں نے میری بات نہیں مانی۔ اس لئے میں اُن کی کیوں مانوں۔

ایک اور بڑا بھاری نقص یہ ہوگا۔ کہ چونکہ ابھی تک کوئی پروگرام مقرر نہیں ہوا۔ اس لئے سوائے جوش و خروش کے اور کوئی حقیقی فائدہ ان مظاہروں سے حاصل نہیں کیا جا سکیگا۔ اور انگریزی علاقہ میں جوش و خروش کا خالی مظاہرہ سینکڑوں میل دور بیٹھے ہوئے ریاستی حکام پر کسی صورت میں اثر نہیں ڈال سکتا۔ میں نے تو اس مشکل کا حل یہ کیا۔ کہ دس۱۰ جولائی کو اپنی جماعت کا جلسہ کرا دیا۔ تاکہ ہمارے پشاور کے دوستوں کی تحریک رائیگاں نہ جائے۔ اور دشمنوں کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے۔ کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کی بات کا احترام کرنے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن چوبیس۲۴ اور اٹھائیس۲۸ جولائی کی تاریخوں کی مشکل ابھی سامنے ہے۔ میں نہیں سمجھتا۔ کہ جب جمعیۃ العلماء کانپور نے ۲۸ تاریخ مقرر کر دی تھی۔ تو لاہور کی لوکل کمیٹی کو کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ کہ وُہ نئی تاریخ مقرر کرتی۔ اگر حقیقی مشکل ہمارے رستے میں ہو سکتی تھی۔ تو یہ کہ تاریخ بہت قریب مقرر کی گئی۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ کانپور کی تاریخ پہلے مقرر ہو چکی تھی۔ اور پھر وہ لاہور کی مقررہ تاریخ سے چار دن پیچھے کی تھی۔ اب اگر یو۔ پی والے ۲۸ - کو اور پنجاب والے ۲۴ - کو جلسے کریں یا خود پنجاب میں بھی مختلف اوقات میں جلسے ہوں۔ تو اس سے کیا فائدہ حاصل ہوگا۔

نظام کار تجویز کیا جائے

ان حالات میں میں تمام ان ذمہ دار اشخاص کو جو یا تو نسلاً کشمیری ہیں۔ یا مسئلہ کشمیر سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وُہ اس کام کے کرنے کے لئے ایک نظام تجویز کریں۔ کوئی لوکل کمیٹی خواہ کتنے ہی با اثر آدمیوں پر مشتمل ہو۔ اس کام کو نہیں کر سکتی۔ جب تک ایک آل انڈیا کانفرنس مسلمانوں کی اس مسئلہ پر غور نہ کرلے گی۔ اور اس کے لئے ایک متفقہ پروگرام تجویز نہ کرے گی [illegible]

ضروری باتیں

ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے۔ کہ یہ سوال براہ راست برطانوی ہند کے باشندوں سے تعلق نہیں رکھتا۔ اور ہمارے یہاں کے مظاہرے ریاست کشمیر پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتے۔

دوسرے باشندگانِ کشمیر ابھی تعلیم میں بہت پیچھے ہیں۔ اور بوجہ اس کے کہ ان کو کسی قسم کی بھی آزادی حاصل نہیں۔ عوام الناس میں باقاعدہ جد و جہد کی بھی ہمت کم ہے۔

تیسرے ریاستوں میں اس طرح کی آئینی حکومت نہیں ہوتی۔ جس طرح کی حکومت برطانوی علاقہ میں ہے۔ نہ ان کا کوئی قانون مقرر ہے۔ نہ اُن کا کوئی ریکارڈ ہوتا ہے۔ وُہ جس طرح چاہتی ہیں۔ کرتی ہیں۔ اور پھر اپنے منشا کے مطابق اپنے فعل کی تشریح کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دیتی ہیں۔

چوتھے حکومتِ ہند ریاستوں کے معاملہ میں غیر جانبدار رہنے کا اعلان کر چکی ہے۔ اور ان کی اس پالیسی کی تائید مسلمان بھی کر چکے ہیں۔ پس حکومت ہند پر اس معاملہ میں زور دینا کوئی معمولی کام نہیں ہوگا۔ اور ہمیں نہایت غور کے بعد کوئی ایسی راہ تلاش کرنی پڑے گی۔ کہ ہمارا اصول بھی نہ ٹوٹے۔ اور ہمارا کام بھی ہو جائے۔

پس ان حالات میں ہمیں اپنا پروگرام ایسی طرز پر بنانا ہوگا۔ کہ کشمیر کے مسلمانوں کی ہمت بھی قائم رہے۔ اور حکومت ہند پر بھی ہم زور دے سکیں۔ اور کوئی ایسی بات بھی ہم سے صادر نہ ہو۔ جس کا اثر ہمارے بعض دوسرے اصُولوں پر جو مسئلہ کشمیر سے کم اہم نہیں ہیں۔ پڑتا ہے۔ اور ایسا پروگرام آل انڈیا کانفرنس کے بعد ہی مقرر کیا جا سکتا ہے۔

ہندوستان بھر کے چوٹی کے لیڈروں کی کانفرنس کی ضرورت

میں دیکھتا ہوں۔ کہ ہمارے بعض دوست یہ خیال کر رہے ہیں۔ کہ محض ان شکایات کو پیش کر دینا اور کرتے رہنا جو جموں اور کشمیر کے مسلمانوں کو ریاست سے ہیں۔ ہمارے لئے کافی پروگرام ہے۔ حالانکہ یہ درست نہیں۔ اس سوال میں بعض ایسی پیچیدگیاں ہیں۔ کہ اخبارات کے صفحات پر بھی ہم ان کو نہیں لا سکتے۔ اور میں ان مسلمانوں کو جو جوش تو رکھتے ہیں۔ لیکن کسی نظام کے ماتحت کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ اگر کافی غور و فکر کے بعد اور وسیع مشورہ کے بعد اس کا پروگرام تیار نہ کیا گیا۔ تو آئندہ بعض ایسے سوالات پیدا ہو جائیں گے۔ جن کا حل ان کے امکان سے باہر ہوگا۔ لیکن اس وقت پچھتانے سے کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔ اور مسلمانوں کو بعض ایسے نقصانات پہونچ جائیں گے۔ جن کا خیال کر کے بھی دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ پس میں پھر ایک دفعہ ان ذمہ دار لیڈروں کو جو برطانوی ہند کی کشمیری برادری میں رسُوخ رکھتے ہیں۔ توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وُہ ایک نہایت محدُود لیکن ہندوستان بھر کے چوٹی کے لیڈروں [illegible] ایسے مقام پر جمع [illegible] تاکہ اس موقعہ پر ان تمام مشکلات پر غور کر کے جو ہمارے رستے میں حائل ہیں۔ ایک ایسا پروگرام طیار کیا جائے۔ جس پر عمل کر کے بغیر کسی نئی پیچیدگی کے پیدا ہونے کے ہم مسلمانانِ کشمیر کی آزادی کے مسئلہ کو حل کر سکیں۔

کشمیر ڈے اور فراہمی چندہ کی تحریک

اس پروگرام کے بعد ہی میرے نزدیک کشمیر ڈے کی کوئی تاریخ مقرر

کرنی چاہیئے۔ اور اتنا عرصہ پہلے سے وہ تاریخ مقرر ہونی چاہیئے۔ کہ سارے ہندوستان میں جلسوں کی طیاری کی جاسکے۔ اس دن علاوہ کشمیر کے حالات سے مسلمانوں کو واقف کرنے کے پروگرام کا وہ حصہ بھی لوگوں کو سنایا جائے جس کا شائع کرنا مناسب سمجھا جائے۔ اور ہر مقام پر چندہ بھی کیا جائے۔ اگر فی گاؤں پانچ پانچ روپیہ بھی اوسطاً چندہ کے ہو جائیں۔ تو قریباً تین لاکھ روپیہ پنجاب میں ہی جمع ہو سکتا ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اس جد وجہد میں بہت کچھ روپیہ بھی صرف کرنا پڑے گا۔ اور بغیر ایک زبردست فنانشل کمیٹی کے جس پر ملک اعتبار کر سکے۔ کسی بڑے چندہ کی تحریک کرنا یقیناً مہلک ثابت ہوگا۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب شیخ دین محمد صاحب۔ سید محسن شاہ صاحب اور اسی طرح دوسرے سربرآوردہ ابنائے کشمیر جو اپنے وطن کی محبت میں کسی دوسرے سے کم نہیں ہیں۔ اس موقعہ کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے موجودہ طوائف الملوکی کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔ ورنہ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ سب طاقت ضائع ہو جائے گی۔ اور نتیجہ کچھ نہیں نکلے گا۔

ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس ڈیرہ غازیخاں کے خلاف غلط بیانی

خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کو جو ترقی اور غلبہ حاصل ہو رہا ہے وہ جہاں حق پسند اور صداقت کے متلاشی اصحاب کے لئے صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کا موجب بن رہا ہے۔ وہاں متعصب اور ضدی لوگوں کے لئے سوہانِ روح ہو رہا ہے۔ اور وہ اس کے مقابلہ میں جھوٹ اور غلط بیانی کی دیواریں حائل کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک شخص نے "نامہ نگار" کا نقاب اوڑھ کر ۱۰ جون کے "زمیندار" میں ضلع ڈیرہ غازیخاں میں احمدیت کی ترقی کو اس ضلع کے ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس کی طرف منسوب کر کے ان کے خلاف بہت کچھ بیہودہ سرائی کی ہے۔ اور افسران بالا کو اپنی غلط بیانی کے ذریعہ بدظن کرنا چاہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ یہ کسی ایسے ہی شخص کی کارروائی ہے۔ جسے یا تو اپنی کسی غلط کاری کی وجہ سے قانونی خمیازہ بھگتنا پڑا یا جو ناجائز طور پر فائدہ حاصل کرنے سے محروم رہا۔ اس وجہ سے اس نے اپنے بغض اور غصہ کا اظہار "زمیندار" کے ذریعہ کیا۔ ہم اس کی غلط بیانیوں کی پورے زور کے ساتھ تردید کرتے ہوئے بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ [illegible] ڈیرہ غازیخاں کے ڈسٹرکٹ انسپکٹر صاحب مدارس احمدی ہیں۔ لیکن احمدی [illegible] کا دعویٰ [illegible] ہی وہ اپنے محکمہ کے قوانین کی پوری پابندی کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور وہ اپنے ماتحتوں پر کوئی ایسی پابندی عائد نہیں کر سکتے۔ جو قانونی طور پر جائز نہ ہو۔ ان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اپنے ماتحتوں کو مجبور کر کے احمدیت میں داخل کر رہے ہیں۔ سراسر جھوٹ ہے۔ انہیں کیا ضرورت ہے۔ کہ جس بات کو قانون جائز قرار نہیں دیتا۔ اور جسے احمدیت بھی جائز نہیں سمجھتی۔

اس پر عمل پیرا ہوں۔ ان کے خلاف اس قسم کا الزام لگانے کی وجہ محض کوئی ذاتی بغض اور کینہ ہے۔

باقی رہی احمدیت کی اشاعت۔ یہ خدا کے فضل سے ہر جگہ ہو رہی ہے۔ اور انشاء اللہ روز بروز زیادہ سے زیادہ ہوتی جائے گی۔ اسے اگر کوئی اپنی غلط بیانیوں سے روکنا چاہتا ہے۔ تو اسے یاد رکھنا چاہیئے اس میں اسے قطعی کامیابی نہ ہوگی۔

پرکاش کا بے بنیاد بیان

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی وفات کا ذکر کرتا ہوا آریہ اخبار "پرکاش" (۱۲- جولائی) ان کے جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کے متعلق لکھتا ہے:-

"جب سالوں نے جسم کو کمزور کرنے کے ساتھ دل کو بھی کمزور کر دیا تو احمدیت قبول کرنے کے بغیر انہیں چارہ نہ رہا۔ چنانچہ کسی کے ہاتھ پر بیعت نہ لے کر صرف اس اعلان سے انہوں نے کام نکالنا چاہا۔ کہ میں نے اپنے والد محترم کے دعاوی کو قبول کر لیا ہے۔ لیکن عزیز برادر اصغر کی اس سے کب تسلی ہو سکتی تھی۔ دباؤ برابر جاری رہا۔ اور موت کے صرف ایک سال قبل بڑے بھائی کو اس چھوٹے بھائی کے سامنے جھکنے پر مجبور ہونا پڑا۔"

مطلب یہ کہ حضرت مرزا صاحب نے مجبور ہو کر جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔ نہ کہ دلی خواہش اور رغبت سے۔ اول تو ایک ایسے انسان کے متعلق یہ کہنا حد درجہ کی بیہودگی بلکہ شرارت ہے جس کے متعلق خود "پرکاش" کا بیان ہے۔ کہ اس نے اپنے باپ کی زندگی میں ان کے عقائد کو تسلیم نہ کیا۔ باپ سے زیادہ چھوٹے بھائی کا رعب کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتا۔ دوسرے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے بیعت پوشیدہ طور پر نہ کی تھی جس کا اعلان ان کی وفات کے بعد کیا گیا۔ اور اب "پرکاش" کو علم ہوا۔ بلکہ جس وقت انہوں نے بیعت کی تھی اسی وقت الفضل میں اس کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ اگر اس کے متعلق "پرکاش" کا وہی خیال تھا۔ جو اس نے اب ظاہر کیا ہے۔ تو اسے چاہیئے تھا۔ کہ اس وقت پیش کرتا۔ تاکہ حضرت مرزا صاحب مرحوم بذات خود بتا سکتے۔ کہ انہوں نے بیعت کسی کے مجبور کرنے کی وجہ سے کی ہے۔ یا خدا تعالیٰ کے فضل کے ماتحت انہیں اس کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔ اب جبکہ وہ وفات پا چکے ہیں "پرکاش" کا ان کی طرف بالکل بے بنیاد بیان منسوب کرنا حد سے بڑھی ہوئی بد دیانتی اور دھوکہ دہی ہے۔

سود خواروں کی بھلائی کا مشورہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا جو مضمون لائلپور میں "زمیندار" کانفرنس میں پڑھا گیا تھا۔ اس میں زمینداروں کو یہ نہایت ضروری مشورہ دیا گیا تھا۔ کہ

"تمام کے تمام زمیندار متفق ہو کر یہ فیصلہ کر لیں۔ کہ چونکہ سود خوار لوگوں کے موجودہ قرض نہایت ہی ظالمانہ شرائط پر دیئے گئے ہیں اور زمینداروں کی مصیبت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر دیئے گئے ہیں۔ اس لئے جو شخص اپنے قرض سے دگنا ادا کر چکا ہے۔ وہ اپنے آپ کو قرض سے سبکدوش سمجھ لے۔ ایسا شخص کوئی زائد رقم ادا نہ کرے۔"

ظاہر ہے۔ کہ اصل رقم اور اس کے مساوی سود وصول کر لینے کے باوجود قرض کا مطالبہ جاری رکھنا زمینداروں پر بہت بڑا ظلم ہے۔ اور خاص کر موجودہ حالات اور مشکلات میں تو ناقابل برداشت ظلم ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ سود خوار لوگ اس کا ارتکاب نہ کریں۔ اور اگر وہ باز نہ آئیں۔ تو مقروض سبکدوش قرار دیئے جائیں۔ لیکن "پرکاش" اسے "شر انگیز مشورہ" قرار دیتا ہوا لکھتا ہے:-

"ایسے ہی شر انگیز مشورے صوبہ کے امن کو مخدوش بنا رہے ہیں اور ساہوکاروں کے قتل کی وارداتیں اسی قسم کے مشوروں کا نتیجہ ہیں۔"

حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ صوبہ کے امن کا مخدوش ہونا اور ساہوکاروں کے قتل کی وارداتیں اس قسم کے مشورہ کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف کرنے کا نتیجہ ہیں۔ کیونکہ نادار اور بھوکے زمینداروں کو جب حد سے زیادہ تنگ کیا جائے گا۔ اور باوجود دگنی رقم وصول کر لینے کے تنگ کیا جائے گا۔ تو اس کا نتیجہ لازمی طور پر بدامنی ہوگی۔

پس یہ مشورہ صوبہ کے امن کو قائم رکھنے۔ اور سود خواروں کو جانی اور مالی خدشات سے بچانے کے لئے دیا گیا تھا۔

ہندو مسلم سمجھوتہ کی اہمیت

اگرچہ کٹر اور تنگ خیال ہندو کانگرس کے روح رواں گاندھی جی کو یہ مشورہ دے رہے ہیں۔ کہ "ان کے لئے ایک ہی راستہ ہونا چاہیئے۔ کہ مسلمانوں کی طرف سے لاپرواہ ہو جائیں" (پرتاپ ۷- جولائی) اور گاندھی جی اس پر عمل پیرا بھی ہیں۔ جیسا کہ ان کے اس فیصلہ سے ظاہر ہے۔ جو انہوں نے بار بار یہ کہنے کے باوجود کہ ہندو مسلم تصفیہ کے بغیر وہ قطعاً شامل نہ ہونگے۔ وقت آنے پر اس کے خلاف کیا۔ اور ہندو مسلم سمجھوتہ کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے گول میز کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن ہندو یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اگر گاندھی جی مسلمانوں سے لاپرواہ ہو کر اور ان کے ساتھ سمجھوتہ کئے بغیر گول میز کانفرنس میں شریک ہوئے۔ تو خواہ ان کی حمایت میں پنڈت جواہر لال نہرو اور پنڈت مالویہ حکومت کو کتنی ہی دھمکیاں دیں۔ پھر بھی انہیں اس قدر کامیابی نہ ہوگی جس قدر مسلمانوں کی حمایت حاصل ہونے پر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ سردار بہادر مہتاب سنگھ نے [illegible] اور سکھوں کی مشترکہ کانفرنس میں بحیثیت صدر استقبالیہ کمیٹی تقریر کرتے ہوئے کہا "اگر ہندوستانی اپنے مطالبہ کو پیش کرنے میں متحد رہے تو اخلاقی دباؤ یا طاقت ایسی ہوگی۔ کہ دنیا کی کوئی طاقت انگلستان کی اس مطالبہ کو مسترد کرنے میں مدد نہیں کر سکتی۔ بخلاف اس کے اگر ہندوستانیوں میں پھوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طرزِ تحریر کی تقلید کرو

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۰ ؍ جولائی ۱۹۳۱ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے وجود سے دنیا میں جو بہت سی برکات ظاہر ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک بڑی برکت آپ کا طرزِ تحریر بھی ہے۔ جس طرح حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے الفاظ جو ان کے حواریوں نے جمع کئے ہیں۔ یا کسی وقت بھی جمع ہوئے۔ ان سے آپ کا ایک خاص طرزِ انشاء ظاہر ہوتا ہے۔ اور بڑے بڑے ماہرین تحریر اس کی نقل کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طرزِ تحریر

بھی بالکل جداگانہ ہے۔ اور اس کے اندر اس قسم کی روانی زور اور سلاست پائی جاتی ہے۔ کہ باوجود سادہ الفاظ کے باوجود اس کے کہ وہ ایسے مضامین پر مشتمل ہے۔ جن سے عام طور پر دنیا ناواقف نہیں ہوتی۔ اور باوجود اس کے کہ انبیاء کا کلام مبالغہ جھوٹ اور نمائشی آرائش سے خالی ہوتا ہے۔ اس کے اندر ایک ایسا

جذب اور کشش

پائی جاتی ہے۔ کہ جوں جوں انسان اسے پڑھتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ الفاظ سے

بجلی کی تاریں

نکل نکل کر جسم کے گرد لپٹتی جا رہی ہیں۔ اور جس طرح جب ایک زمیندار گھاس والی زمین پر ہل چلانے کے بعد سہاگہ پھیرتا ہے۔ تو سہاگے کے اردگرد گھاس لپٹتا جاتا ہے۔ اسی طرح معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تحریر انسانوں کے قلوب کو اپنے ساتھ لپیٹتی جا رہی ہے۔ اور یہ

انتہا درجہ کی ناشکری اور بے قدری

ہوگی۔ اگر ہم اس عظیم الشان طرزِ تحریر کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے طرزِ تحریر کو اس کے مطابق نہ بنائیں۔ میں تو عام طور پر دیکھتا ہوں۔ کہ دانستہ یا نادانستہ طور پر دنیا اس طرزِ تحریر کو قبول کرتی جا رہی ہے۔ جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اردو میں کتابیں لکھنی شروع کیں۔ اس وقت تحریر کا رنگ ایسا تھا۔ کہ آج اسے پڑھنا اور برداشت کرنا سخت مشکل ہے۔ مگر آہستہ آہستہ زمانہ کی تحریر بھی اسی رنگ میں ڈھل گئی۔ جس رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اسے ڈھالا تھا۔

مجھے افسوس ہے۔ کہ سلسلہ کے

نوجوان مصنّف اور محرّر

اپنی تحریریں ایسے رنگ میں لکھتے ہیں۔ جو اس زمانہ کے اوباشانہ مصنفوں سے تو مشابہت رکھتا ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تحریر سے مشابہت نہیں رکھتا۔ میں کئی ایک کی تحریروں کو جب دیکھتا ہوں۔ تو وہ ایسی ہوتی ہیں۔ کہ اگر نیچے سے نام کاٹ دیا جائے۔ تو میں بے تکلفی سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ یہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی تحریر ہے۔ مگر اپنے

ذہن کو انتہائی ڈھول میں ڈالکر

بھی نہیں کہہ سکتا۔ کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تحریر کے رنگ میں ہے۔ کیونکہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک کے اندر ایک رنگ کی [illegible] گی۔ مگر وہ جاذبیت نہیں ہوگی۔ ہنسی اور استہزاء کا پہلو تو ہوگا۔ سنجیدگی اور وقار نہیں ہوگا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تحریر [illegible]

سنجیدگی اور وقار

سے باہر نہیں جاتی۔ پرانے زمانہ میں کبھی کبھی آپ نے دوسروں کے اشعار بھی نقل کئے ہیں۔ مگر ایسے برجستہ کہ شوخی نام کو نہیں۔ بلکہ درد اور سوز کو قائم رکھا ہے۔ پس میں اپنی جماعت کے

مضمون نگاروں اور مصنّفوں سے

کہتا ہوں۔ کسی کی فتح کی علامت یہ ہے۔ کہ اس کا نقش دنیا میں قائم ہو جائے۔ پس جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا نقش قائم کرنا جماعت کے ذمے ہے۔ آپ کے اخلاق کو قائم کرنا اس کے ذمہ ہے۔ آپ کے دلائل کو قائم رکھنا ہمارے ذمہ ہے آپ کی قوت قدسیہ اور قوت اعجاز کو قائم کرنا جماعت کے ذمہ ہے آپ کے نظام کو قائم کرنا جماعت کے ذمہ ہے۔ وہاں آپ کے

طرزِ تحریر کو قائم رکھنا

بھی جماعت کے ذمہ ہے۔ اور یہ مصنّفوں اور مضمون نگاروں کا کام ہے باقی جماعتیں تو اپنی ذمہ واریوں کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اور ایک حد تک ان پر کاربند بھی ہیں۔ مگر

مصنّف اور مضمون نگار

ابھی اس طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ چاہیئے۔ کہ ہماری تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے رنگ میں رنگین ہوں۔ تا آئندہ یہ سلسلہ ایسے رنگ میں جاری ہو۔ کہ یہ بھی آپ کی ایک نشانی سمجھی جائے۔

عیسائیت کا طرزِ تحریر

ساری دنیا سے جداگانہ ہے۔ اور عیسائی لٹریچر کی بنیاد انجیل پر ہے۔ عیسائی سکولوں میں اناجیل کے بعض حصے ایسے رنگ میں پڑھائے جاتے ہیں۔ کہ نوجوانوں کو اس طرزِ تحریر اور زبان سے مناسبت پیدا ہو جائے ہمارے مضمون نگاروں اور مصنفوں کو بھی چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تحریروں کو ایسے رنگ میں پڑھیں کہ آپ کی طرز کی نقل کر سکیں۔ اور اس طرزِ تحریر کی نقل کرنے کی کوشش نہ کریں جس میں شوخی اور ہنسی کا پہلو ہو۔ تاکہ وہ

دو خدمتیں

بجالانے والے ہوں۔ ایک خدمت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے دلائل کے قیام کی۔ اور دوسری آپ کے طرزِ تحریر کو جاری کرنے کی موجودہ صورت میں وہ ایک رنگ میں تو خدمت کر رہے ہیں۔ یعنی سلسلہ کے دلائل کو قائم کر رہے ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے طرزِ تحریر کو چھوڑ کر دوسرے رنگ میں حملہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے عمل سے بتا رہے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا طرزِ تحریر نہیں۔ بلکہ مولوی ثناء اللہ وغیرہ کا طرزِ تحریر قابلِ تقلید ہے۔ جس میں دوسروں کو گالیاں دینا یا تھوڑی دیر کے لئے ہنسا لینا مدنظر ہوتا ہے۔

پس ہمارے

اخبار نویسوں رسالہ نویسوں اور مضامین لکھنے والوں کو چاہیئے

کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے طرزِ تحریر کی نقل کریں۔ میں نے ہمیشہ یہ قاعدہ رکھا ہے۔ خصوصاً شروع میں جب مضمون لکھا کرتا تھا۔

پہلا مضمون جو میں نے تشحیذ میں لکھا۔ وہ لکھنے سے قبل میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کو پڑھا۔ تا اس رنگ میں لکھ سکوں۔ اور آپ کی وفات کے بعد جو کتاب میں نے لکھی۔ اس سے پہلے آپ کی تحریروں کو پڑھا۔ اور

میرا تجربہ

ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس سے میری تحریر میں ایسی برکت پیدا ہوئی۔ کہ ادیبوں سے بھی میرا مقابلہ ہوا۔ اور اپنی قوت ادب کے باوجود انہیں نیچا دیکھنا پڑا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر اپنے اندر ایسا جذب رکھتی ہے۔ کہ اس کی نقل کرنے والے کی تحریر میں بھی دوسرے سے بہت زیادہ زور اور کشش پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مسیح ناصری تو دنیا کے لٹریچر کا رنگ بدل دے۔ مگر مسیح محمدی نہ بدلے۔ اگر انجیل نے انیس سو سال تک دنیا کے لٹریچر کا رنگ بدلا ہے۔ تو مسیح محمدی اس سے بہت زیادہ عرصہ تک بدلے گا۔ مگر اس کی طرف

پہلا قدم اٹھانا

ہمارا کام ہے۔ اگر ہمارا طرز تحریر وہی ہو۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ تو پھر دیکھو۔ کتنا اثر ہوتا ہے۔ دلائل بھی بیشک اثر کرتے ہیں۔ مگر سوز اور درد ان سے بہت زیادہ اثر کرتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات میں

دلائل کے ساتھ ساتھ درد اور سوز

پایا جاتا ہے۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسا پانی ہے جس میں ہلکی سی شیرینی ملی ہوئی ہے۔ وہ بے شک شربت نہیں۔ لیکن ہم اسے عام پانی بھی نہیں کہہ سکتے۔ وہ پانی کی تمام خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے۔ مگر دوسری طرف پانی سے زائد خوبیاں بھی اس کے اندر موجود ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ جو کام اس وقت ہمارے مصنف اور محرر کر رہے ہیں۔ اس سے دگنا کر سکتے ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طرز تحریر کو اختیار کریں۔ اس وقت

پرانے لوگوں کا طرز تحریر

اور ہے۔ اور نئے لوگوں کا اور۔ ہر ایک کا جداگانہ طرز ہے۔ اور ہر شخص اپنے رنگ میں چل رہا ہے۔ جس سے

قومی لٹریچر کی بنیاد

قائم نہیں ہو سکتی۔ اگر قومی حیثیت سے جماعت کسی طرز تحریر کو اختیار کر سکتی ہے۔ تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طرز تحریر ہے۔ اس کو چھوڑ کر اگر ہر کوئی اپنا جداگانہ طریق اختیار کرے تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جماعت کسی کی بھی نقل نہیں کریگی۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی اور کی یہ پوزیشن نہیں۔ [illegible] کہ ہر ایک کی طرز تحریر علیحدہ ہو۔ تو سلسلہ کا طرز تحریر

کوئی نہ ہوگا۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیئے۔ کہ ہمارے مصنف کی تصنیف کو پڑھ کر خواہ وہ مذہبی یا سیاسی یا ادبی یا کسی اور موضوع پر ہو۔ نوے فیصدی یہ پتہ لگ جائے۔ کہ یہ کسی احمدی کی تصنیف ہے۔ اس کے اندر

سنجیدگی۔ وقار۔ سلاست اور روانی

ایک جگہ جمع ہونی چاہیئے۔ اسکے اندر ایک طرف امید کو بڑھایا جائے۔ تو دوسری طرف خشیت پیدا کرنے کا خیال رکھا جائے۔ یہ نہیں۔ کہ ایک چیز کو بڑھایا۔ اور دوسری کو مٹا دیا جائے۔ وہ

ایک ایسی نہر کی طرح ہو

جو باغ کے درمیان میں سے گزرتی ہے۔ اور دائیں بائیں دونوں طرف سیراب کرتی ہے۔ اسکے کناروں پر درخت ہیں جس کے سایہ میں لوگ آرام کرتے ہیں۔ اگر ہمارے دوست ایسی طرز اختیار کریں۔ تو تھوڑے ہی عرصہ میں اگر دنیا اسکی نقل نہ کرے۔ تو کم از کم محسوس کرنے لگ جائیگی کہ یہ نیا طرز تحریر ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا میں قائم کیا ہے۔ اور صورت یقیناً ہمارے لئے زیادہ بابرکت زیادہ مفید اور زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہوگی۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ اس موقعہ پر میں مثالیں دیکر نہیں سمجھا سکتا۔ اس کا آسان گر یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی کتاب کو اٹھاؤ۔ اور اس کے دس صفحے پڑھ جاؤ۔ پھر آجکل کے کسی احمدی مصنف کی کتاب کے دس صفحے پڑھو۔ صاف یہ پتہ لگ جائیگا۔ کہ نمایاں فرق ہے۔ لیکن اگر کسی

میری تصنیف کے دس صفحے

پڑھو۔ تو صاف معلوم ہوگا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طرز تحریر کی نقل ہے۔ کیونکہ میں نے جس وقت سے قلم اٹھایا ہے ہمیشہ اس بات کو مدنظر رکھا ہے۔ سوائے کسی خاص موقعہ کے جہاں کوئی اور بات مدنظر ہو۔ اور روانی و سلاست وغیرہ مدنظر نہ ہوں جسے عام کتابوں اور تحریروں میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ جداگانہ موقع اور محل ہوتا ہے ایسی تحریروں کو چھوڑ کر باقی کو اگر کوئی پڑھے۔ تو صاف معلوم ہوگا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرز تحریر کی نقل ہے۔ مگر جدید مصنفوں کی تحریروں میں یہ بات نہیں۔ بلکہ انکی طرز ایسی ہے۔ کہ معلوم ہوتا ہے۔ دوسروں کو ہنسانا یا ڈرانا مدنظر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کی روانی کی مثال ایسی ہے جیسے پہاڑوں پر برستا ہوا پانی بہتا ہے۔ بظاہر اسکا کوئی رخ معلوم نہیں ہوتا۔ مگر وہ خود اپنا رخ بنا لیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں میں

الہی جلال ہے

اور وہ تصنع سے بالا ہے۔ جس طرح پہاڑوں کے قدرتی مناظر ان تصویروں سے کہیں زیادہ دلفریب ہوتے ہیں۔ جو انسان سالہا سال کی محنت سے تیار کرکے میوزیم میں رکھتا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارت بھی سب خالق ہے۔ انسان کتنی محنت سے پہاڑ کی تصویر تیار کرتا ہے۔ مگر کیا وہ پہاڑ کے اصل نظاروں کا کام دے سکتی ہے۔ لاکھوں روپیہ کے صرف سے سمندروں کی تصویریں تیار کی جاتی

ہیں۔ مگر جب سمندر جوش میں ہو۔ تو کیا اس وقت کے نظاروں کا سماں تصویر دے سکتی ہے۔ تصویر کے اندر وہ دلکشی ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہیبت و شوکت۔ اسی طرح باقی سب تحریریں تصویریں ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات

قدرتی نظّارہ

اس لئے اگر خدا تعالیٰ توفیق دے۔ تو خدائی نظارہ کی نقل کرو۔ تمہارا اپنا نہیں۔ بلکہ

خدا تعالیٰ کا قانون

دنیا میں پھیلے۔ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرب کا زمانہ ہے۔ اس وقت کہی باتیں

قومی شعار

بنائی جا سکتی ہیں جن کا بعد میں بنانا مشکل ہوگا۔ کیونکہ ایک تو دور دراز مقامات اور ممالک میں جماعتیں پھیل جائیں گی۔ اور دوسرے لوگ بھی ایک رنگ کے عادی ہو جائینگے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل کے زمانہ کے اشعار اگر دیکھیں۔ تو ان میں لفاظی بہت نظر آئیگی۔ مگر آپ کے زمانہ اور زمانہ مابعد میں مسلمان شعراء کے کلام میں لفاظی چھوڑ کر قرآن کریم والی سلاست کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے

انبیاء کی آمد سے دنیا کا نقشہ

بدل جاتا ہے۔ اور لٹریچر بھی بدل جاتا ہے پس ہمارا فرض ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تتبع میں

دنیا کا لٹریچر بدل ڈالیں

تا ہر انسان آپ کی اس خوبی کا بھی اعتراف کرے۔

اس کے علاوہ

روحانی تبدیلیاں

جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا میں پیدا کیں۔ انہیں بھی اپنے اندر پیدا کرنا چاہیئے۔ میں نے تحریک کی تھی۔ کہ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب تہجد پڑھی جائے۔ قادیان کے متعلق تو مجھے معلوم نہیں یہاں کیا حال ہے۔ ہاں باہر سے جو خطوط آتے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت نے اس طرف توجہ کی ہے بلکہ بعض جماعتوں نے تو باقاعدگی کیساتھ

باجماعت تہجّد

پڑھنی شروع کر دی ہے۔ قادیان والوں کو باہر والوں سے ہرگز پیچھے نہیں رہنا چاہیئے۔ اگرچہ میں نے سنا ہے۔ یہاں بھی کوشش کی جاتی ہے لیکن اگر ان جگہوں پر جہاں ممکن ہو۔ مثلاً بورڈنگ ہوسوں میں یا مہمان خانہ میں باجماعت تہجّد کا انتظام کر دیا جائے۔ تو بہت اچھا ہوگا۔ باجماعت تہجّد ناجائز نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جب صحابہ آکر تہجّد کی نماز میں شامل ہو جاتے۔ تو آپ نے اسے ناپسند کرنیکی وجہ سے نہیں روکا۔ بلکہ منع کرتے ہوئے فرمایا۔ خدا تعالیٰ کو یہ اس قدر پسند ہے۔ کہ مجھے خطرہ ہے۔ کہ اسے فرض نہ بنا لیا جائے۔ . . . . .

مذاہب غیر

ہندوؤں کے مقامات مقدسہ

اپریل ۱۹۳۱ء میں لاہور سے ایک ایسی گاڑی کا انتظام کیا گیا تھا جس میں سوار ہو کر ہندوؤں نے اپنے تمام بڑے بڑے مندروں اور مقدس مقامات کی زیارت کی۔ اس ٹرین میں بہت سے ہندوؤں نے سفر کیا۔ یہ آٹھ اپریل ۱۹۳۱ء کی شام کو لاہور سے روانہ ہوئی۔ اور ہندوؤں کے تمام مشہور و معروف متبرک و مقدس مقامات سے ہوتی ہوئی سات ہزار میل کا سفر طے کرنے کے بعد ۱۵ اپریل ۱۹۳۱ء کی صبح کو لاہور پہنچ گئی۔ اس ٹرین میں سفر کرنے والے ہندوؤں میں سے ایک تعلیم یافتہ ہندو یعنی ڈاکٹر رگھبیر دیال صاحب نے ان مقامات کے بعض دلچسپ حالات کا سلسلہ اخبار آریہ گزٹ کے کئی نمبروں میں شائع کرایا ہے۔ اور چونکہ ان سے ہندو دھرم کی صحیح تصویر دیکھنے کا موقعہ مل سکتا۔ اور اس ہندو تمدن پر روشنی پڑتی ہے جس پر آریہ سماج اور دوسرے تعلیم یافتہ ہندو ایک عرصہ سے تہذیب جدید کا پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس لئے مختصراً بعض باتوں کا ذکر کرنا مناسب سمجھا گیا ہے۔

چار مشہور تیرتھ

سناتنی ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق یوں تو تمام دھرم استھانوں کا درشن حصول نجات کا باعث ہے۔ مگر ان میں سے چار تیرتھوں کی زیارت خاص درجہ رکھتی ہے۔ اور بہت بڑے اجر کی مستحق ہے۔ ان چار تیرتھوں کو چار دھام کہا جاتا ہے۔ یہ بدری ناتھ کا مندر، رامیشورم (دکن)، پوری اور دوارکا ہیں۔

رامیشورم کا تیرتھ

رامیشورم کے متعلق ہندوؤں کے ہاں یہ روایت مشہور ہے کہ راون نے لنکا سے آکر اس مقام پر شوجی کی پوجا کی تھی جس سے خوش ہو کر اسے زندۂ جاوید بنا دیا گیا۔ یہ مقام عین سمندر کے کنارے ریلوے سٹیشن سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور نہایت خوشگوار مقام ہے۔ خصوصاً صبح کے وقت اس جگہ کا نظارہ بیحد فرحت بخش بتایا جاتا ہے۔ مندر کی عمارت بہت خوبصورت وسیع اور صنعت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ جسے دیکھ کر انسان کی طبیعت بہت مسرور و محظوظ ہوتی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب موصوف کا بیان ہے "اس باہری درشیہ کو دیکھ کر یاتری کا آتم پریم اور ایمان سے بھر جاتا ہے" مگر اندرونی حالت ایسی تکلیف دہ اور روح فرسا ہے کہ اسے دیکھنے کے بعد "بڑے سے بڑے شردھالو بھگت کا چہرہ کرودھ سے لال ہو جاتا ہے" اس مندر میں شولنگ کی ایک بہت بڑی مورتی ہے۔ جس پر چڑھانے کے طور پر صرف گنگا جل "چڑھایا جا سکتا ہے۔ اور گنگا جل چڑھانے کے لئے پہلے دو روپیہ فیس ادا کرنی پڑتی ہے۔ مندر کے ایک حصہ میں دفتر ہے۔ جبتک اس میں دو روپیہ داخل کر کے باقاعدہ رسید نہ حاصل کر لی جائے۔ شولنگ پر گنگا جل چڑھانے کی کسی کو اجازت نہیں دی جاتی۔ یہ جگہ چونکہ گنگا سے بہت دور واقع ہے۔ اس لئے اکثر لوگ ہردوار، الٰہ آباد یا بنارس وغیرہ مقامات سے گنگا جل مختلف برتنوں میں نہایت احتیاط سے بند کر کے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ لیکن جن کے پاس نہ ہو۔ انہیں وہاں کے پجاریوں سے قیمتاً مل سکتا ہے۔ مگر قیمت نہایت گراں ادا کرنی پڑتی ہے۔ بعض اوقات دو روپیہ تولہ تک قیمت وصول کی جاتی ہے۔ کسی شردھالو کو شولنگ کے پاس پہنچکر خود جل چڑھانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ بلکہ چند فٹ کے فاصلہ پر کھڑا ہو کر وہ برتن پجاری کے حوالے کر دیتا ہے۔ جو پانی کو شولنگ پر ڈالنے کے بعد برتن اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔ اس وجہ سے جتنا کسی کا برتن زیادہ خوبصورت ہو۔ اتنا ہی جلدی اسے فراغت کا موقعہ مل جاتا ہے۔ اور جس غریب کا برتن کم قیمت ہو۔ اس کی باری سب کے بعد آتی ہے۔ اور اگر کوئی مفلس و قلاش بوتل میں گنگا جل بھر کرے جائے۔ تو اسے چڑھانے کی قطعاً اجازت نہیں دی جاتی۔ غرضیکہ وہاں جانیوالوں کی جیبوں سے جس طرح بھی ممکن ہو۔ روپیہ نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور اس وجہ سے مضمون نگار صاحب نے اپنے مضمون میں وہاں کے پجاریوں اور پنڈتوں وغیرہ کو بہت برا بھلا کہا ہے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں۔ اس کی ذمہ واری بہت حد تک خود ضعیف الاعتقاد ہندوؤں پر عائد ہوتی ہے۔ ان کی عقیدت کا یہ حال ہے۔ کہ اس گاڑی کے اہتمام کرنیوالوں نے جب یہ تجویز کی۔ کہ پنڈتوں اور پجاریوں کو فی کس دو روپیہ فیس ادا کرنے سے چونکہ بہت رقم خرچ ہوگی۔ اور کئی ایک برتن بھی مفت میں جائینگے۔ اس لئے سب یاتریوں کا گنگا جل ایک بڑی گاگر میں اکٹھا کر کے صرف ایک آدمی چڑھا آئے۔ اس طرح صرف ایک گاگر اور دو روپے کا نقصان ہوگا۔ تو چونکہ عام خیال یہ تھا۔ کہ اس طرح گنگا جل چڑھانے کا ثواب حاصل نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی رامیشورم آنے کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے یہ تجویز مسترد کر دی گئی۔

پوری کا مندر

پوری کے مندر کے متعلق ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے ہیں۔

"وہ خوبصورت مندر ساری ہندو قوم اور ہندو دھرم کے لئے باعث ننگ۔ باعث شرم اور ان کی بے عزتی کا کارن بنا ہؤا ہے۔ اس خوبصورت اور وشال مندر کے گنبد پر باہر کی طرف ایسی فحش مورتیاں پتھر اور چونے کی بنی ہوئی ہیں۔ کہ بڑے سے بڑے وبھچاری اور ولاسی پر یہ آدمی کی گردن بھی شرم سے جھک جاتی ہے۔ یہ مورتیاں اس قدر فحش ہیں۔ کہ اگر ان میں سے ایک کا بھی ورنن کیا جائے۔ تو یقیناً لکھنے اور چھاپنے والے پر فحش نویسی کا مقدمہ بن سکتا ہے"۔

اس مندر میں اگرچہ گنگا جل چڑھانے کی ضرورت تو پیش نہیں آتی۔ مگر ہاں یہ دستور ہے۔ کہ یاتری اور بھگت بھوگ کے وقت جو چاول یا دال وغیرہ اندر لے جاتے ہیں۔ اسے پجاری مٹی کے برتنوں میں بھر کر باہر واپس لے آتے ہیں۔ اور وہی پھر فروخت کرتے ہیں۔ اسی طرح جو مٹھائی چڑھائی جاتی ہے۔ وہ بھی دوبارہ واپس لا کر فروخت کی جاتی ہے۔ جو یاتری چڑھاوا چڑھاتے ہیں۔ انہیں مندر والوں کی طرف سے پرشاد دیا جاتا ہے۔ جو چڑھاوے کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر چڑھاوا عمدہ اور قیمتی ہو۔ اور پانڈہ جس کی خدمات راہنمائی کے لئے حاصل کی جائیں۔ متمول آدمی ہو۔ تب تو پرشاد میں لڈو۔ کچوری وغیرہ عمدہ چیزیں مل جاتی ہیں۔ وگرنہ ایسے غلیظ اور ردی دال چاول ملتے ہیں۔ کہ جن کی طرف دیکھنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ کھانے پینے کی چیزیں چڑھاوے کے لئے اندر لے جانے باہر لانے اور تقسیم وغیرہ کرنے کا طریق نہایت گندہ اور غلیظ ہوتا ہے۔ جس میں صفائی وغیرہ کا قطعاً کوئی خیال نہیں رکھا جاتا۔

36

ہندو دھرم پر محمود غزنوی کا احسان

غرضیکہ یہ مندر جو ہندوؤں کے متبرک و مقدس مقامات میں نہایت اہم درجہ رکھتا ہے۔ اس کی حالت دیکھنے کے بعد آریہ گزٹ کے ہندو نامہ نگار پر جو اثر ہؤا۔ اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"اگر بجائے سومناتھ کے محمود غزنوی اس مندر کو تباہ کر دیتا۔ تو شاید ہندو تہذیب اور ہندو دھرم پر بہت احسان کرتا"۔

مگر اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت محمود علیہ الرحمۃ کے حملہ سے قبل کی سومنات کی حالت اب سامنے نہیں ہے۔ ممکن ہے۔ سومناتھ اس لحاظ سے حضرت محمود کے حملہ کا بہت زیادہ مستحق ہو۔ اور پوری کا مندر اس لئے باقی رہ گیا ہو۔ کہ ہندو مہاجبان حضرت محمود غزنوی کے اس احسان کا اندازہ لگا سکیں۔ جو اس نے سومنات کا نام و نشان مٹا کر ہندوؤں پر کیا۔ اور جس کی خواہش اب پوری کے مندر کے متعلق کی جا رہی ہے۔

بہر حال یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔ کہ ہندوؤں اور لیڈروں میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو حضرت محمود غزنوی کے سومنات پر حملہ کو بنظر استحسان دیکھتے۔ اور خواہش [illegible] ہندو قوم کیلئے شرم و ندامت کا موجب بن رہے اور اس کے تمدن اور تہذیب کا نہایت بھیانک نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جاتا۔ جو سومنات کے ساتھ کیا گیا۔ اور یہ ہندو دھرم اور ہندو قوم پر بہت بڑا احسان ہوتا۔

کیا کرنا چاہیئے

حضرت محمود غزنوی کو خدا تعالیٰ نے ہندو دھرم اور ہندو قوم پر جس رنگ میں احسان کرنے کی ہمت بخشی۔ اس رنگ میں انہوں نے بے حد مشکلات اور مصائب برداشت کر کے بھی اپنا فرض ادا کیا۔ اور ہندوؤں کا شریف اور احسان شناس طبقہ آج نہ صرف ان کے احسان کا اعتراف کر رہا ہے۔ بلکہ یہ خواہش رکھتا ہے۔ کہ پوری کے مندر کے متعلق بھی کوئی اسی طرح احسان کرنیوالا ہو۔ ایسا ان کی اس خواہش کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور وہ اس طرح کہ ہندوؤں کو اسلام کی مقدس [illegible]

فضیلتِ اسلام

اسلام میں صدقہ وخیرات کے متعلق اکمل تعلیم

اسلام کا ہر ایک حکم اپنے اندر اس قدر جامعیت۔ اتنی خوبیاں اور فطرت انسانی کے ساتھ ایسی مطابقت رکھتا ہے۔ کہ تمام دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اس کی برتری اور فضیلت نہایت نمایاں اور واضح طور پر نظر آتی ہے۔ اور ہر سلیم الفطرت انسان کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اسلام کے متعلق الیوم اکملت لکم دینکم کا ارشاد خداوندی بالکل صحیح اور درست ہے۔

مسئلہ صدقہ وخیرات

اس وقت ہم ایک ایسے امر کے متعلق اسلام کی فضیلت پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جس کے بارے میں ہر مذہب وملت میں تعلیم پائی جاتی ہے۔ اور وہ صدقہ وخیرات کا مسئلہ ہے۔ چونکہ ابتدائے آفرینش سے اہل دنیا کا اس پر عمل چلا آرہا ہے۔ اور ہر مذہب نے اس کی تلقین کی ہے اس لئے اسے ہر پہلو سے کمل ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس عام مسئلہ کو بھی اسلام نے ہی پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ باقی جس قدر مذاہب پائے جاتے ہیں۔ ان میں اس کے متعلق جو تعلیم پائی جاتی ہے۔ وہ اسلام کی پیش کردہ تعلیم کے مقابلہ میں نامکمل اور ادھوری ہے۔

عیسائیت میں خیرات کی تعلیم

مثلاً عیسائیت کہتی ہے:۔

"[illegible] جا اپنا مال واسباب بیچ کر غریبوں کو دے۔ تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا۔" (متی ۱۹/۲۱)

پھر کہا گیا ہے:۔

"جب تو خیرات کرے۔ تو جو تیرا دہنا ہاتھ کرتا ہے۔ اسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے۔ تاکہ تیری خیرات پوشیدہ رہے۔ اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے۔ تجھے بدلا دیگا۔" (متی ۶/۳-۴)

ان حوالوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انجیل نے صدقہ وخیرات کے متعلق یہ حکم دیا ہے۔ کہ (۱) جو کچھ تمہارے پاس ہو۔ سارے کا سارا غریبوں اور محتاجوں کو دے دو۔ (۲) جب خیرات دو۔ تو ایسی پوشیدگی سے دو۔ کہ تمہارے اپنے دوسرے اعزا کو بھی معلوم نہ ہو۔ یعنے قریب ترین رشتہ دار اور متعلقین کو بھی پتہ نہ لگے۔

ناقابل عمل تعلیم

یہ دونوں باتیں بظاہر خوبصورت نظر آتی ہیں۔ مگر عملی بات کے متعلق یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر ہر ایک شخص اپنا سب کچھ دوسرں کو دینے کے لئے تیار ہو جائیگا۔ تو پھر لے گا کون۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ غیر عیسائی لے لیں گے۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا۔ کہ عیسائیت اپنے ہر ایک پیرو کو کنگال اور مفلس بن کر دنیا میں زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتی ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ کوئی ایسی قوم دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتی۔ پس یہ تعلیم قطعاً قابل عمل نہیں ہے۔

ہر حالت میں پوشیدہ خیرات دینے کے نقائص

اسی طرح دوسرا حکم جو یہ ہے۔ کہ "جب تو خیرات کرے۔ تو جو تیرا دہنا ہاتھ کرتا ہے۔ اسے تیرا بایاں ہاتھ نہ جانے"۔ یہ اس لحاظ سے تو اچھی ہے۔ کہ خیرات کرنے والا ریا اور تکبر سے بچ سکیگا۔ لیکن ہر شخص کو جس میں ریا کا شائبہ بھی نہ پایا جاتا ہو۔ اور جو صرف خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کی مخلوق کی امداد کرنا چاہے۔ اس بات کا پابند کر دینا۔ کہ وہ پوشیدہ طور پر ہی خیرات کرے۔ نقصان رساں بھی ہے۔ کیونکہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے دل میں کسی کو نیک۔ اور اچھا کام کرتے دیکھ کر اس کے کرنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور خاص کر بچوں پر اپنے والدین کے افعال کا بہت اثر ہوتا ہے۔ وہ بچے جنہوں نے کبھی اپنے باپ یا ماں کو کسی محتاج کی امداد کرتے نہ دیکھا ہو جو اپنے گھر سے فقیر اور حاجت مند کو خالی ہاتھ لوٹتے دیکھتے رہے ہوں ان کے دلوں میں یہی بات جاگزیں ہوگی۔ کہ خواہ کوئی کتنا ہی قابل رحم ہو قطعاً اس کی امداد نہیں کرنی چاہیئے۔ غرض ہر حالت میں پوشیدہ خیرات کرنے کے لئے پابند کرنا مفید بات نہیں۔

ویدمیں خیرات کی تعلیم

ویدوں میں صدقہ وخیرات کا مستحق برہمنوں کو قرار دیا گیا ہے اور یہ حکم ہے۔ کہ جب برہمن گائے مانگے۔ تو بلا چون وچرا دیدی جائے اس طرح ایک تو صرف ایک خاص طبقہ کو خیرات کا مستحق قرار دیکر باقیوں کو کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ دوسرے برہمنوں کو مانگنے کا عادی بنایا گیا ہے۔ اور اس طرح ان لوگوں کی قوت عمل کو برباد کر دیا گیا ہے۔ [illegible] سمجھتے ہوں۔ اور جنہیں مانگنے پر دینا دوسروں کا فرض قرار دیا گیا ہو۔ انہیں خود کچھ کمانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برہمن ہندوؤں کے لئے ہمیشہ ناقابل برداشت بار بنے رہے۔

اسلام میں خیرات کی تعلیم

ان مذاہب کے مقابلہ میں اسلام نے جو تعلیم دی ہے۔ وہ ہر پہلو سے مکمل اور مفید ہے۔ چنانچہ اسلام نے صدقہ وخیرات کی مقدار کے متعلق یہ حکم دیا۔ کہ لا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط فتقعد ملوما محسورا۔ یعنی اے انسان ہم تجھے حکم دیتے ہیں۔ کہ نہ تو اپنے ہاتھ کو بالکل باندھ کر رکھ۔ کہ کسی کو کچھ دو ہی نہیں۔ اور نہ مٹھی کو اس طرح کھول کر رکھدے۔ کہ جو چاہے۔ اس میں اٹھا کر لے جائے۔ اگر تو اس طرح کرے گا۔ تو اس کے دو نتائج نکلیں گے۔ صدقہ نہ دینے کی حالت میں تیرا دل اور تیرے چھوٹے بڑے تجھے ملامت کریں گے۔ اور کہیں گے۔ تو نے برا کیا۔ بھوکے کو کچھ نہ دیا۔ محتاج کی امداد نہ کی۔ اور اگر تو سب کچھ دے دیگا۔ تو پھر تجھے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنا پڑے گا۔ اور تو کوئی کام کرنے کے قابل نہ رہے گا۔

پس اسلام نے جہاں صدقہ وخیرات دینے کا حکم دیا۔ وہاں یہ بھی بتا دیا۔ کہ اپنے مال کا ایک حصہ دینا چاہیئے۔ نہ کہ سارے کا سارا۔

صدقہ دینے کا طریق

اسی طرح اسلام نے صدقہ دینے کا طریق بھی بتایا۔ اور وہ یہ کہ الذین ینفقون اموالہم بالیل والنہار سرا وعلانیۃ۔ یعنی صدقہ پوشیدہ طور پر دینا چاہیئے۔ اور علانیہ طور پر بھی ان دونوں طریق پر عمل کرنے کا حکم دینے کی وجہ بھی بیان کر دی کہ ان تبدوا الصدقات فنعما ہی وان تخفوہا وتؤتوہا الفقراء فہو خیر لکم۔ یعنی صدقہ علانیہ طور پر دوگے۔ تو یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اور اگر پوشیدہ طور پر دوگے تو یہ تمہارے اپنے لئے بہتر ہے:

علانیہ صدقہ دینے کا حکم

اس سے معلوم ہوا۔ کہ علانیہ طور پر صدقہ دینا دوسروں کے لئے بھی بہتر ہوگا۔ کیونکہ جب لوگ کسی کو صدقہ دیتے دیکھیں گے تو خود بھی دینے کی طرف متوجہ ہوں گے۔ یہ علانیہ صدقہ دینے کا ایک فائدہ ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے۔ کہ آئندہ نسل کو صدقہ دینے کی عادت پڑے گی۔ جب وہ اپنے بڑوں کو صدقہ دیتے دیکھیں گے تو سمجھیں گے۔ یہ اچھی بات ہے۔ اور خود بھی صدقہ دیں گے۔ اس طرح ان کی بچپن سے ہی عمدہ تربیت ہوگی۔ تیسرا فائدہ یہ ہے۔ کہ بعض دفعہ دوسروں کو پتہ نہیں ہوتا کہ فلاں آدمی امداد کا محتاج ہے۔ اگر کسی ایک آدمی کو بھی اس کی حالت کا علم ہو جائے۔ اور وہ علانیہ طور پر خیرات کے ذریعہ اس کی امداد کرے۔ تو بغیر کسی قسم کا اعلان کرنے کے کہ فلاں کی امداد کی جائے۔ دوسروں کو خودبخود اس کی امداد کا خیال آجائے گا۔

خفیہ صدقہ دینے کا حکم

اگرچہ علانیہ صدقہ دینے کے یہ بہت بڑے فوائد ہیں۔ اور ان سے لوگوں کو محروم رکھنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ اور اسی لئے اسلام نے علانیہ صدقہ دینے کا حکم دیا۔ اور اس کی تائید کی۔ لیکن اگر صرف یہی حکم ہوتا۔ تو اس سے کئی لوگوں میں ریا پیدا ہو سکتا تھا۔ اور اس طرح وہ صدقہ دینے کے اجر سے محروم رہ جاتے تھے۔ اس لئے پوشیدہ طور پر صدقہ دینے کا بھی حکم دیا۔ اور جو شخص اپنے نفس کو ریا سے بچانے کیلئے پوشیدہ طور پر صدقہ دینے کی مشق کرتا رہتا ہے۔ جب ظاہری طور پر صدقہ دیگا۔ تو اسمیں ریا نہیں پیدا ہو سکیگا۔ اور وہ اس نقص سے محفوظ رہ سکے گا۔

غرض صدقہ وخیرات کے متعلق دیگر مذاہب کی تعلیم میں جو نقائص تھے انہیں اسلام نے نہایت عمدگی کیساتھ دور کر دیا۔ اور اس بارے میں ایسی تعلیم دی جو ہر طرح مکمل اور مفید ہے۔ اسلام نے صدقہ کے متعلق اور بھی کئی احکام بیان کئے ہیں۔ جو انشاء اللہ کسی دوسرے مضمون میں پیش کئے جائیں گے۔

چیلنج مناظرہ کے متعلق عیسائیوں کا افسوسناک رویہ

مجھے افسوس ہے۔ کہ عیسائی اخبار "نورافشاں" اور اس کے نامہ نگاروں نے مباحثہ کے متعلق اپنی مضمون نویسی میں نہایت افسوسناک رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ جسے ہر شریف انسان نفرت کی نگاہ سے دیکھیگا۔ اور اس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی۔ کہ وُہ ان کا جواب ان کی بازاری طرز تحریر میں دینے کے لئے قلم اٹھائیگا۔ میں نے مورخہ ۹ر مئی ۱۹۳۱ء کے الفضل میں پادریوں کا مجوزہ چیلنج منظور کرتے ہوئے اس کے بعد دو مضمون الفضل ۲۳ر مئی اور ۴ر جون میں شائع کئے۔ جن میں دلائل کے ساتھ میں نے واضح کیا تھا۔ کہ ہر فریق کو پورا پورا اختیار ہونا چاہئیے۔ کہ جس مناظر کو وہ اپنی نمائندگی کے لئے مناسب سمجھے۔ میدان مناظرہ میں لائے۔ اور یہ کہ پادری برکت اللہ صاحب اور انکے ہمنواؤں کا یہ اصرار کہ جماعت احمدیہ اپنے عقائد کی نمائندگی میں یہ اختیار نہیں رکھتی۔ انصاف سے بہت ہی دور ہے۔ عیسائی صاحبان نے اس مناظرہ کے ضمن میں ورق کے ورق سیاہ کرائے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ان کو تو یہ پوری آزادی حاصل ہے۔ کہ وہ اپنے عقائد کی نمائندگی کے لئے اپنے میں سے جسے چاہیں۔ نامزد کریں۔ اور نیز اس کے ساتھ وہ یہ بھی حق رکھتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ میں سے اپنے مقابلہ کے لئے جس کو وہ نامزد کریں۔ وہ مناظر ہو۔ نہ کہ وہ شخص جس کو جماعت احمدیہ تجویز کرے۔ اور یہ کہ جماعت احمدیہ کو جیسا کہ یہ اختیار نہیں۔ کہ وہ اپنے لئے اپنا مناظر خود نامزد کرے۔ ایسا ہی اسے یہ بھی حق نہیں کہ پادریوں کے تحکمانہ رویہ کے مقابل پر جوابًا یہ مطالبہ کرے۔ کہ ان میں سے جسے جماعت احمدیہ منتخب کرے۔ وہ ان کا نمائندہ ہو۔ گویا اس مجوزہ مناظرہ میں عیسائی صاحبان انتخاب نمائندگی کے لئے اپنے ہاتھ میں آسمانی فرمان لیکر اُترے ہیں۔ کہ جس کا کوئی ردّ و بدل نہیں۔ اور جس کی رو سے وہ تو اپنے اور دوسرے فریق کے مناظر کے نامزد کرنے میں ہر ایک قسم کا جائز و ناجائز اختیار رکھتے ہیں۔ مگر فریق ثانی کو نہ اپنا مناظر منتخب کرنے کا اختیار ہے۔ اور نہ ان میں سے کسی کو نامزد کرنے کا حق۔

یہ خلاصہ ہے ان کی ساری چیخ و پکار کا جس کی لغویت اور بے اصولے پن کو میں نے "الفضل" کی دو اشاعتوں میں واضح کر کے پبلک سے اپیل کی تھی۔ کہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ کہ کس کا مطالبہ راستی پر مبنی ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ پبلک نے میرے پیش کردہ اصل کو سراسر راستی اور معقولیت پر مبنی پایا۔ اور ان میں سے بیسیوں نے براہ راست پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے اور ایڈیٹر صاحب نورافشاں کو لکھا۔ کہ ان کا مذکورہ بالا اصرار بے جا ہے۔ اور ان کے اس اصرار کے یہ معنے ہیں۔ کہ وہ میدان مناظرہ سے ایک حیلہ بنا کر بھاگنا چاہتے ہیں۔ مجھے بھی ان اصحاب نے اپنے ان خطوط کی نقلیں بھیجیں جن میں سے بعض الفضل میں شائع کر دی گئیں۔ اس رائے کے اظہار کرنے والے اصحاب میں بعض عیسائی بھی ہیں۔ ان میں سے ایک کی تحریر کا حوالہ بھی میں نے الفضل کی اشاعت ۴ر جون میں دیا تھا۔ جو مکتی فوج کے ایک صوبے دار کی طرف سے تھی۔ انہوں نے براہ راست پادری برکت اللہ صاحب اور ایڈیٹر "نورافشاں" کو اپنی طرف سے نیز اپنے حلقہ کے بعض عیسائیوں کی طرف سے ایک چٹھی بھیجی۔ جس کی نقل مجھے روانہ کی۔ جو لفظًا لفظًا ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ تاکہ پبلک پر واضح ہو کہ نورافشاں مورخہ ۳ر جولائی میں زیر عنوان "قادیانیوں کا محکمہ جعلسازی" یہ جو ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ محولہ بالا خط جعلی ہے۔ یہ کہاں تک صحیح ہے۔

بیشتر اس کے کہ میں وہ خط نقل کروں۔ نورافشاں کا اقتباس درج ذیل کرتا ہوں۔ تا عیسائی پادریوں کے دجل۔ دھوکہ دہی اور درشت کلامی کا صحیح علم پبلک کو ہو۔ نورافشاں رقمطراز ہے:-

"قادیانیوں کی بددیانتی اور فریب کاری کا ثبوت اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ مسیحیوں کے بالمقابل آتے ہی اپنی دیرینہ روایات اور موروثی خصوصیات کو تازہ رکھنے کی غرض سے بدتر سے بدتر افعال کے ارتکاب سے عار نہیں کرتے۔ قارئین کرام کو یاد ہوگا۔ کہ قادیانیوں کے محکمہ دعوۃ و تبلیغ کے ناظر صاحب کی طرف سے الفضل میں مکتی فوج کے کسی موہوم صوبہ دار کی طرف سے ایک جعلی خط شائع ہوا تھا۔ جس کے متعلق ہم نے ناظر صاحب کو چیلنج دیا تھا۔ کہ اگر یہ خط جعلی نہیں ہے۔ تو وہ اس کے لکھنے والے کا نام اور پورا پتہ اور اس خط کو از اول تا آخر الفضل میں شائع کر دیں۔ لیکن ناظر صاحب نے ایسی چُپ سادھی۔ کہ گویا ان کے مُنہ میں زبان نہیں۔ اور بدن میں جان نہیں۔ چیلنج پر چیلنج دیتے ہوئے ہمیں شرم آتی ہے۔ لیکن یہ ایسے بے حیا واقع ہوئے ہیں۔ کہ سُنتے سُنتے نہیں شرماتے۔ آخر شرمائیں کیوں؟ جعلسازی اُن کے لئے کوئی آج کی بات ہے؟ ان کے یہاں تو شروع ہی سے ہوتی آئی ہے۔ اور غالبًا آخر تک یہ سلسلہ جاری رہیگا۔ قادیانیوں میں اگر کچھ بھی شرم و حیا باقی ہے۔ تو لازم ہے۔ کہ یا تو اس جعلی خط کو اصل ثابت کریں۔ اور ہمارے چیلنج کا جواب دیں۔ یا بہشتی مقبرہ کے کسی کونہ میں جا کر ڈیرہ جمائیں"۔

یہ وہ دشنام سے لبریز تحریر ہے۔ جو عیسائیت کے مشہور نمائندہ نورافشاں نے پیش کی ہے۔ میری خاموشی اس لئے تھی۔ کہ میں نے اپنی طرف سے جہاں تک معقولیت اور شائستگی اجازت دیتی تھی۔ عیسائی صاحبان پر حجت پوری کر کے پبلک کے انصاف سے اپیل کی تھی۔ کہ وہ ہمارے اور عیسائیوں کے مطالبہ پر مخلی بالطبع ہو کر غور کرے۔ پھر میری خاموشی اس لئے بھی۔ کہ تا عیسائی پادریوں کو اپنے اندرونے کے اظہار کے لئے پورا پورا موقعہ مل جائے۔ سو انہوں نے دل کھول کر اندرونے کا اظہار کیا۔ اور انبیاء کے نوشتوں میں جو وصف ان کے لئے تجویز کیا گیا تھا۔ اس کی انہوں اپنے قول و فعل سے تصدیق کی۔ کیا یہ دھوکہ دہی نہیں ہے۔ کہ شاہ پور سرداراں ضلع گورداسپور کی مکتی فوج کا صوبہ دار ان کو اپنی جماعت کی طرف سے ایک خط بھیجتا ہے۔ اور اس کی ایک نقل مجھے روانہ کرتا ہے۔ اس خط کے پہنچنے پر بٹالہ سے ولایتی اور دیسی پادریوں کا ایک وفد شاہ پور سرداراں میں پہنچتا ہے۔ اور ان خط لکھنے والوں کو ڈانٹا ہے۔ اس صوبہ دار کو بٹالہ میں بلایا جاتا ہے۔ اور اسکو وہاں پورے طور پر سرزنش کی جاتی ہے۔ پھر اس وفد کا انگریز پادری ہمارے دوست ڈاکٹر احمد دین صاحب و ڈالہ بانگر کے گرجا گھر میں ہاتھ اٹھا کر بددعا کرتا ہے۔ کہ خدا ان احمدیوں کا بیڑا غرق کرے۔ جنہوں نے اسکی چالیس سالہ محنت پر پانی پھیر دیا۔ باوجود ان تمام باتوں کے "نورافشاں" میں یہ عیسائی صاحبان اس بات کا اعلان کر رہے ہیں۔ کہ یہ خط جعلی ہے۔ اور مجھ سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ میں اس خط کو شائع کروں۔ میں انکی خواہش کیمطابق یہ خط شائع کرتا ہوں۔ اور پادری برکت اللہ صاحب اور ایڈیٹر نورافشاں سے مطالبہ کرتا ہوں۔ وہ قسم کھا کر حلفیہ اعلان کریں۔ کہ مندرجہ ذیل مضمون کا خط انکو صوبہ دار مکتی فوج شاہ پور سرداراں کی طرف سے نہیں پہنچا۔ اور یہ خط میری طرف سے یا کسی اور احمدی یا غیر احمدی کی طرف سے ہے۔ وہ یہ اعلان حلفًا شائع کریں اور پھر دیکھیں کہ کس کا پر ان کا قدم پڑتا ہے۔ اور میری خاموشی کے کیا معنی ہیں۔ صوبے دار صاحب کے خط کی نقل مندرجہ ذیل ہے۔

"نقل چٹھی بنام ایڈیٹر نورافشاں و پادری برکت اللہ صاحب"

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب نورافشاں و پادری برکت اللہ صاحب۔ مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ نے مورخہ ۱۵ مئی کے نورافشاں میں جو مکتوب بنام میاں بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ قادیان شائع کیا ہے اس کا حل ایک احمدی نے کر دیا ہے۔ اور اس نے ہمیں انجیل سے یقین دلایا ہے کہ حضرت یسوع مسیح ہمیشہ کیلئے فوت ہو چکے ہیں۔ اور مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت سچا ہے۔ اگر حیات مسیح کے متعلق آپکے پاس کوئی ثبوت ہے۔ تو میدان میں آئیں۔

اور الفضل مورخہ ۳۱ء کے چیلنج کو منظور کریں۔ ہمارے خیال میں آپ کا یہ عذر کہ ہمارے مخاطب خلیفہ ہیں مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ آپ کو چاہیئے۔ کہ آپ میدان میں نکلیں۔ قادیانیوں کی طرف سے آپ کے چیلنج کو منظور کرنے والے بھی بڑے پایہ کے انسان ہیں۔ کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں۔ اس لئے آپ کو چاہیئے۔ کہ آپ جلد میدان میں آئیں اگر اب بھی آپ نے کوئی بہانہ بنایا۔ تو آپ کی شکست تصور ہوگی۔ اور ہم سب آدمی اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔

خاکسار لبھو صوبہ دار مکتی فوج شاہ پور سرداراں متصل وڈالہ بانگر۔ تحصیل و ضلع گورداسپور

یہ نقل ہے اس خط کی جو صوبہ دار مذکور کی طرف سے پادری صاحبان کو بھیجا گیا تھا۔ میں نے اس کے متعلق پوری تحقیق کی ہے۔ یہ خط کئی عیسائیوں کی طرف سے لکھا گیا تھا۔ اور ان سب عیسائیوں کی شہادتیں میرے پاس موجود ہیں۔ کہ یہ خط ہرگز جعلی نہیں۔ اور وہ مجھے لکھتے ہیں۔ کہ انگریز پادری نے آکر ہم سب کو ڈانٹا اور دھمکیاں دیں۔ اور ہمیں کہا۔ کہ ہم اس خط کے اصلی ہونے سے انکار کر دیں۔ مگر ہم سچی بات کو کس طرح چھپا سکتے ہیں۔ ان عیسائیوں کے خطوط کے علاوہ میرے پاس اور عیسائیوں کے خطوط کی نقلیں بھی محفوظ ہیں اور وہ سب تعلیم یافتہ اور باحیثیت لوگ ہیں۔ نیز پادریوں کے اجلاس خاص منعقدہ ۳۰ مئی ۱۹۳۱ء بمقام امرتسر کی روئداد بھی میرے پاس محفوظ ہے جس میں پادری جو اہر مسیح صاحب انچارج مشن امرتسر نے پادری برکت اللہ صاحب کے مجوزہ مناظرہ کی ذمہ واری لینے سے انکار کر دیا۔ باوجود اس کے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اخراجات نصف اور حوالجات دینے کی ذمہ واری اپنے اوپر لی تھی۔

مجھے [illegible] ہیں کہ وہ سچائی اور راستی کو دنیا میں پھیلانے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں اور گناہ گاروں کو گناہ کی لعنت سے چھڑانے کے لئے کوشاں ہیں۔ مگر در پردہ جس عملی نمونے کو ان گناہ گاروں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ سراسر جھوٹ کی نجاست سے لتھڑا ہوا ہوتا ہے ان کو اتنا بھی خیال نہیں۔ کہ جن راست گو عیسائیوں کو یہ جا کر کہتے ہیں۔ کہ تم انکار کر دو۔ کہ یہ خط تمہارا نہیں ہے۔ ان کے دلوں پر اس بات کا کیا اثر ہوتا ہوگا۔ راست باز اور سچائی سے پیار کرنے والے خود ہی اندازہ لگا لیں۔ دنیا اس وقت گناہوں میں غرق ہے۔ اور اس بات کی محتاج ہے۔ کہ پاکباز لوگ اپنے نمونہ سے اس کی صحیح راہ نمائی کریں۔ نہ یہ کہ اس کے سامنے اپنے گندے نمونے پیش کر کے اس کو اور تباہ کریں۔ دنیا میں سب سے بڑا گناہ جھوٹ کو مانا گیا ہے۔ اور وائے عیسائی پادریوں کی اس راہ نمائی پر جو جھوٹ کے طفیل اور اس کے ذریعہ سے ہو۔ ولکم منی مزید

(زین العابدین ناظر دعوت و تبلیغ)

امیر جماعت احمدیہ دمشق کے خلاف حکومت کی بے جا کاروائی

جماعت احمدیہ دمشق کے امیر جناب منیر الحصنی الحالی جو جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے ان دنوں کے شاگرد ہیں جبکہ وہ سلطان صلاح الدین ایوبی کالج میں تاریخ ادیان کے پروفیسر تھے۔ اور اب جبکہ ۱۹۲۵ء میں دمشق تبلیغی مشن کی بنیاد رکھنے کے لئے گئے۔ ان کی تبلیغ سے بہرہ ور ہو کر سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ بہت مخلص احمدی ہیں۔ اور بلیڈر ہیں۔ ان کے دل میں جوش اور اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اپنی زبان اور قلم سے اس وقت تک مصر اور شام کے علاقہ میں سلسلہ کی شاندار خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ ان کے والدین اور احباب و اقرباء غیر احمدی ہیں۔ جب انہوں نے دیکھا۔ کہ وہ اپنے عقائد کی تبلیغ و اشاعت میں سرگرمی سے منہمک ہے۔ تو اول ان کے والدین نے اس مبارک کام میں مزاحمت کی۔ اور سختی سے روکا۔ مگر انہوں نے صاف صاف کہدیا۔ میں تبلیغ احمدیت سے باز نہیں رہ سکتا۔ اس پر ان سے مقاطعہ کیا گیا۔ مگر اس کی بھی انہوں نے پرواہ نہ کی۔ آخر سرکاری افسروں کے کان بھرے۔ اور ایک محضر نامہ جس پر سینکڑوں مخالفین کے دستخط تھے۔ گورنمنٹ کے پاس بھیجا گیا۔ اور لکھا۔ کہ یہ شخص ہمارے دین کو بگاڑتا۔ اور ایک نئے مذہب کی اشاعت کرتا ہے۔ اس سے بھی فتنہ کا خطرہ [illegible] حکومت نے اس محضر نامہ کی بناء پر سی۔ آئی۔ ڈی کے سپرد اس معاملہ کی تحقیقات کی۔ آخر مدیر الشرطۃ السریۃ والتحری (C. I. D) نے ان سے کہا۔ تم عہد کرو۔ آئندہ بلاد سوریہ میں احمدیت کی تبلیغ نہیں کرو گے۔ اور اسی مضمون کی تحریر پر دستخط کر دو۔ منیر الحصنی صاحب نے اس پر کہا۔ کیا آپ میری حریت چھیننا چاہتے ہیں جس عقیدہ کو میں درست سمجھتا ہوں۔ اس کی اشاعت سے کیونکر باز رہ سکتا ہوں۔ مدیر مذکور نے کہا۔ تم خود جو عقیدہ چاہو رکھو مگر دوسروں کو آئندہ کے لئے تبلیغ نہیں کر سکتے۔ اور اگر کرو گے تو حکومت تم سے باز پرس کرے گی۔ بالآخر انہیں مجبور کر کے اس عہد نامہ پر دستخط کرا لئے گئے۔ کہ میں آئندہ احمدیت کی تبلیغ بلاد سوریہ میں نہیں کروں گا۔ اور اگر کروں تو اس تبلیغ سے جو امن عامہ کے مخدوش ہونے کا خطرہ ہے۔ اس کا حکومت کے سامنے میں جوابدہ ہوں گا۔ ایک طرف تو حکومت نے ان کے متعلق یہ افسوسناک اور مذہبی آزادی کو کچلنے والا رویہ اختیار کیا۔ دوسری طرف مخالف لوگ انکو قتل کی دھمکی کے خطوط بھیج رہے ہیں۔ اور جس راستے سے گزرتے ہیں۔ اوباش الناس ان کو تنگ کرتے ہیں۔ احباب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس مخلص بھائی کا محافظ ہو۔ افسوس ہے۔ حکومت دمشق نے ایسا کام کیا ہے۔ جس سے اس کی مذہبی رواداری کا فقدان ثابت ہوتا ہے۔ پھر حکومت کی اس سے بڑھ کر ناانصافی کیا ہوگی۔ کہ دمشق کے تمام مطابع کو اس نے حکم دیدیا ہے کہ احمدیت کے متعلق کوئی کتاب یا ٹریکٹ شائع نہ کریں۔ اس سے پہلے جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز تشریف لے گئے تھے۔ تو حضور نے النداء بزبان عربی کا ٹریکٹ تقسیم کرنے کے لئے چھپوایا۔ اور ابھی وہ مطبع میں چھپ رہا تھا۔ کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس المعروف حمدی جلاد نے اس پر قبضہ کر کے اس کی تمام کاپیاں جلوا دیں۔ بعد میں جبکہ سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب و مولوی جلال الدین صاحب وہاں تبلیغ میں مشغول تھے۔ اللہ تعالیٰ کی قہری تجلی نے اسے ایسا پکڑا جو تمام دنیا کے لئے عبرت کا نمونہ تھا۔ اس نے ان دنوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی موجودگی میں نہایت گستاخانہ لہجہ میں ہوٹل میں کھڑے ہو کر کہا تھا۔ کہ اگر حضرت مرزا صاحب نبی ہیں۔ تو میں خدا ہوں۔ چنانچہ اس کی پاداش میں وہ ایک عیسائی لڑکی کی عصمت پر حملہ کرنے کے جرم میں پکڑا گیا۔ اور ذلیل و رسوا ہوا۔ قید کی سزا بھگتی۔ جب سزا بھگت کر باہر نکلا۔ تو وہ ایسا زخمی ہوا۔ کہ اب ناک کٹا تخت تلخی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ ضرور ہے۔ کہ اس قسم کی قہری تجلیات کے ڈر سے خدا تعالیٰ احمدیت کے گلستان کی حفاظت کرے۔

ایک تازہ نشان

جو لوگ اخلاص اور تندہی سے تبلیغ احمدیت کا فرض ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ عرصہ تین ماہ سے طلباء اور اہالیان قادیان خواندہ ناخواندہ سب بیرونجات میں تبلیغ کر رہے ہیں۔ کچھ دن ہوئے ایک گاؤں کنڈیلہ میں ہمارے ایک مبلغ مولوی تاج الدین صاحب مولوی فاضل حسب معمول معہ چند طلباء کے تبلیغ کے لئے گئے۔ وہاں مخالفت زوروں پر ہے۔ وہاں کے ایک شخص چوہدری کتھو کے نوجوان بیٹے نے مولوی صاحب موصوف سے بدسلوکی کی۔ اور طلباء میں سے بعض کو مارا۔ ہمارے امن پسند دوست جو ہمیشہ خدا کو ہی مدد کے لئے بلاتے ہیں مظلوم ہو کر واپس آئے۔ مگر زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ کہ چوہدری کتھو کا اکلوتا نوجوان بیٹا جو فساد کا سرغنہ تھا۔ محرقہ بخار سے ہفتہ کے اندر ہی ہلاک ہو گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق لینا چاہیئے۔ کہ تبلیغ کے مقدس کام میں اللہ تعالیٰ کی مدد قدم قدم پر ہمارے شامل حال ہے۔ بشرطیکہ اخلاص اور تندہی سے ہم اپنے آپکو خدا کے سپرد کریں۔

ماسٹر عبد الرحمٰن سیکرٹری تبلیغ احمدیہ سکول قادیان

جناب مرزا سلطان احمد صاحب کا احمدیت میں داخل ہونا

اخبار الفضل قادیان سے جناب خان بہادر مرزا سلطان احمدؐ صاحب کی خبر انتقال معلوم ہو کر ازحد افسوس ہوا۔ مرزا صاحب مرحوم نشانات الٰہیہ میں سے تھے۔ مرحوم کے وجود سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ اور مرزا صاحب مرحوم نہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک نشان تھے۔ بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی صداقت کے لئے بھی بطور ایک نشان تھے۔ خداتعالےٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے سچ تو یہ ہے کہ جس کا انجام اچھا ہو وہی اچھا ہوتا ہے۔ جلسہ سالانہ پر جب مرزا صاحب مرحوم نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کی تھی۔ تو مجھے معًا خیال ہوا۔ انہوں نے حضور کے متعلق حضرت مسیح موعود کے الہام "وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا" کو پورا کیا ہے۔ جناب مرزا صاحب گو حضرت مسیح موعودؑ کی اولاد صلبی میں سے تھے لیکن بوجہ بیعت نہ کرنے کے آپ سے علیحدہ تھے مرحوم نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس طرح حضور نے مرزا صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں اصل معنے میں داخل کیا۔ اور اس طرح تین کو چار کیا۔ یعنی خدا کی نگاہ میں مرزا صاحب مرحوم کی موت سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کے صرف تین لڑکے تھے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ذریعہ مرزا صاحب مرحوم بیعت میں داخل ہوئے اور حضرت مسیح موعود کی اولاد میں دوبارہ اور اصلی معنوں کے لحاظ سے داخل ہوئے۔ اور اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے تین بھائیوں کو چار کر دیا۔ الحمد للّٰہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری زمانہ تک الہام ہوتا رہا۔ کہ خدا آپ کو ایک اور لڑکا دے گا۔ یعنی پانچویں لڑکے والی پیشگوئی۔ مخالفوں کے نزدیک یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ لیکن میرے خیال میں جناب مرزا سلطان احمد صاحب کی بیعت کے ذریعہ پوری ہو گئی۔ اور مرزا سلطان احمد صاحب پانچویں لڑکے ثابت ہوئے۔

خاکسار۔ محمد عثمان احمدی از لکھنؤ

ایک زمیندار ایسوسی ایشن کا جلسہ

یکم جولائی ۱۹۳۱ء موضع مکھناوالی تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں زمیندار ایسوسی ایشن ڈھوک کاسب کا تیسرا جلسہ زیر صدارت چودھری غلام حیدر صاحب سکنہ ڈھوک کاسب منعقد ہوا۔ قریبًا ۳۲ مواضعات کے نمائندگان بتعداد ۱۵۰۰ اکٹھے جمع ہوئے۔ اور حسب ذیل قرار دادیں باتفاق آراء پاس ہوئیں:

(۱) زمینداروں کا یہ جلسہ معاملہ کی معافی کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ مگر چونکہ یہ تخفیف ہماری تباہ حالی کو مدنظر رکھتے ہوئے بہت تھوڑی ہے۔ لہذا گورنمنٹ سے استدعا کرتا ہے۔ کہ آبیانہ اور مالیانہ میں مزید تخفیف کی جائے۔ کم از کم ½ حصہ کی معافی عطا کی جائے:

(۲) چونکہ تحصیل پھالیہ کے زمیندار تعلیم میں بہت پیچھے ہیں۔ اس لئے محکمہ تعلیم کو چاہیئے۔ کہ مڈل اور ہائی کلاسز میں زمیندار متعلمین کی فیس بالکل معاف کی جائے۔ زمینداروں میں تعلیم کو ترقی دینے کا یہ مؤثر ذریعہ ہو گا:

(۳) محکمہ نہر نے راجباہ مرالہ پھالیہ ڈویژن اپر جہلم نہر کا ریگولیٹ کیا ہے۔ جس میں کئی موگہ جات اڑا دئے ہیں۔ اور پانی بالکل کم کر دیا ہے۔ کسی عذر کی کوئی سماعت نہیں ہوئی۔ کثیر رقبہ کو پانی پہنچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ زمینداروں کا یہ جلسہ محکمہ نہر کے اس فعل کو ناپسند کرتا ہے۔ اور اپنے مفاد کے سراسر خلاف خیال کرتا ہوا حکومت سے اور افسران بالا سے استدعا کرتا ہے۔ کہ جلد از جلد پانی کی تکلیف کو دور کیا جائے۔:

(۴) اس جلسہ کی کاروائی کے متعلق خط و کتابت حکومت اور افسران بالا سے سکرٹری کرے گا۔ اور وہ تمام کی طرف سے نمائندہ سمجھا جائے گا:

(۵) زمینداروں کو سود نے بالکل تباہ کر دیا ہے۔ لہذا حکومت سے استدعا کی جاتی ہے۔ کہ شرح سود کی حد بندی کی جائے۔ اور سود در سود کو قطعی طور پر بند کیا جائے:

(۶) ریزولیوشن ۱ تا ۵ کی نقلیں بخدمت ہز ایکسیلینسی گورنر پنجاب۔ وزیر مال پنجاب۔ وزیر تعلیم پنجاب۔ وزیر زراعت پنجاب۔ فنانشل کمشنر صاحب لاہور۔ کمشنر صاحب بہادر راولپنڈی۔ چیف انجینیر صاحب انہار پنجاب۔ ڈپٹی کمشنر صاحب گجرات اور پریس کو بھیجی جائیں:

خاکسار:۔ سکرٹری زمیندارہ ایسوسی ایشن ڈھوک کاسب

پیغام صلح کی غلط بیانی

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے ۷ جون ۱۹۳۱ء کے "پیغام" میں اخبار احمدیہ کے ہیڈنگ کے ماتحت لائل پور کے ایک تبادلہ خیالات کا ذکر کرتے ہوئے۔ جو پرائیویٹ طور پر مبائعین اور غیر مبائعین کے درمیان ہوا۔ یہ خبر شائع کی ہے:

"ہمارے دوست ...... قاضی محمد افضل قادر نے نہایت عمدہ دلائل دئے اب یہ خبر قادیانیوں کے لئے سوہان روح ہو گی۔ کہ غیر جانبدار معززین نے جو تمام کے تمام بی ایس سی۔ اور ایم اے تک کے ڈگری یافتہ تھے۔ حلفًا اس امر کا اعتراف کیا۔ کہ قاضی صاحب کے دلائل معقول اور صحیح تھے":

ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے اس خبر کے شائع کرنے میں ایسی دروغ بافی سے کام لیا ہے۔ جو اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ ہم اسے چیلنج کرتے ہیں۔ کہ وہ اس بات کا ثبوت پیش کرے۔ کہ معززین جن میں بی ایس سی اور ایم اے شامل تھے۔ حلفًا اس امر کا فیصلہ کیا کہ قاضی صاحب کے دلائل معقول تھے۔:

کاش غیر مبائعین تقویٰ کی راہ پر قدم مارتے اور جھوٹے پراپیگنڈہ کو اپنا شعار نہ بناتے۔ مگر بیچارے معذور ہیں۔ کیونکہ ان کی بنیاد ہی دروغ پر قائم ہے:

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

محمد شریف از لائل پور

انجمن احمدیہ لاہور کو مبارکباد

۱۴ جولائی کے الفضل میں نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے "انجمن احمدیہ مرید کے" کے عنوان سے جو اطلاع شائع ہوئی ہے اس میں بہ غلطی سے لکھا گیا کہ انجمن احمدیہ مرید کے ضلع شیخوپورہ کا پہلا وفد انصار اللہ کا موضع بھیڈا دیورہ میں گیا۔ دراصل یہ انجمن احمدیہ لاہور کا پہلا وفد انصار اللہ تھا۔ جس کی کوشش سے وہاں ۱۶ کس سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ اس کامیابی کے لئے انجمن احمدیہ لاہور اور منشی محمد ابراہیم صاحب نائب مدرس مرید کے مبارکباد کے قابل ہیں۔:

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

۔۔۔۔ ۹ جولائی کو دارالعوام میں مسٹر چرچل نے سوال کیا۔ کہ کیا سر جان سائمن کو گول میز کانفرنس میں لیا جائیگا۔ وزیر ہند نے جو جواب دیا۔ اس سے انکار کے معنے لئے جاتے ہیں

۔۔۔۔ حکومت ہند نے اعلان کیا ہے کہ جو ملازم ۱۶ جولائی ۱۹۳۱ء یا اس کے بعد بھرتی ہوں گے۔ سوائے پولیس یا جیل کے وارڈروں کے اور جن کی تنخواہیں گورنر جنرل بر اجلاس کونسل سول سروس کے قواعد مجریہ ۱۹۳۰ء کے ماتحت مقرر کرنے کے مجاز ہیں۔ وہ اس وقت تک کہ حکومت کے مصارف کی تحقیقات تکمیل کو نہیں پہنچ جاتی۔ عارضی تصور کئے جائیں گے۔

۔۔۔۔ گورنمنٹ برما نے کسانوں کی امداد کے لئے ۳۱ لاکھ روپیہ کی منظوری دی ہے اور اعلان کیا ہے کہ اگر ضرورت ہوئی۔ تو ۲۵ لاکھ روپیہ اور اس میں صرف کیا جائے گا۔ کیا حکومت پنجاب اس کی تقلید کرے گی؟

۔۔۔۔ کلکتہ کے ایک ہندو نے پچاس سال کی عمر میں کلکتہ یونیورسٹی سے دسویں جماعت کا امتحان پاس کیا ہے؟

۔۔۔۔ بمبئی پراونشل کانگریس کمیٹی کے ایک سرگرم رکن نے گاندھی جی کو لکھا ہے کہ بائیکلا وارڈ میں کانگریس کے انتخابات بے قاعدہ ہوئے ہیں۔ انہیں ناجائز قرار دیا جائے۔ وگرنہ میں انہیں ناجائز قرار دئے جانے کے لئے ہائی کورٹ میں درخواست کروں گا ہر جگہ انتخابات اور معمولی عہدوں پر باہمی چپقلش کانگریسی کارکنوں کی پست فطرت کی آئینہ دار ہے

۔۔۔۔ دہلی کے اخبار ریاست کے خلاف انسپکٹر جنرل پولیس بھوپال نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دہلی کی عدالت میں جو دعویٰ دائر کر رکھا ہے۔ پروپرائٹر ریاست نے اس کے خلاف انتقال کی درخواست دی تھی جسے لاہور ہائی کورٹ نے مسترد کر دیا ہے

۔۔۔۔ پنجاب پراونشل کانگریس کمیٹی نے اپنے تازہ اجلاس میں مولوی ظفر علی خاں کو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا ممبر نامزد نہیں کیا۔ درآنحالیکہ ایسے لوگ لئے گئے ہیں۔ جن کا پولیٹیکل ریکارڈ "بقول پرتاپ" آپ کے مقابلہ میں صفر بھی نہیں"۔ کانگریس کے اجلاس میں نماز کے لئے وقت ملنے کا سوال اٹھانے کی یہ سزا ہے۔ جس سے کانگریس کی ذہنیت پوری طرح آشکار ہوتی ہے؟

۔۔۔۔ گاندھی جی نے چند روز ہوئے۔ حکومت ہند کو لکھا تھا۔ کہ دہلی ارون سمجھوتہ کی پابندی یا عدم پابندی کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک ثالثی بورڈ منظور کیا جائے۔ وگرنہ میں گول میز کانفرنس میں نہیں جاؤنگا۔ معلوم ہوا ہے چیف سکرٹری نے ایسے بورڈ کے تقرر پر رضامندی سے انکار کر دیا ہے؟

۔۔۔۔ برما کی بغاوت کو فرو کرنے کے لئے دو اور ہندوستانی پلٹنیں وہاں روانہ کر دی گئی ہیں؟

۔۔۔۔ ۱۱ جولائی کو آل بنگال مسلم کانفرنس کا اجلاس ڈھاکہ میں منعقد ہوا۔ ڈاکٹر شفاعت احمد خاں نے صدارتی ایڈریس میں کہا۔ مجالس آئین ساز میں مسلمانوں کی واضح اکثریت ہونی چاہیئے۔ گول میز کانفرنس کے آئین کے رو سے بنگال اور پنجاب میں مسلمانوں کو اکثریت کے حقوق نہ دئے گئے۔ تو یہ نظام بے کار ثابت ہوگا۔ نواب صاحب ڈھاکہ صدر مجلس استقبالیہ نے بنگال کے ہر قریہ و ہر شہر میں مسلمانوں کی تنظیم پر زور دیا؟

۔۔۔۔ شملہ کی ایک اطلاع مظہر ہے ۳۔ ۴ جولائی کی درمیانی شب غیر علاقہ کے ایک لشکر نے جس کی تعداد پانسو اور ہزار کے درمیان خیال کی جاتی ہے۔ کوئٹہ کے قریب سرکاری عسکری قیام گاہ پر حملہ کیا۔ جسے فوج نے پسپا کر دیا۔ حملہ آوروں کے کئی آدمی مارے گئے۔ اور صرف ایک فوجی ہلاک ہوا۔ لشکر ابھی تک منتشر نہیں ہوا؟

۔۔۔۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور نے گرانڈ ٹرنک روڈ (شاہراہ اعظم) کے شمال و جنوب میں چار چار میل کے اندر دو ماہ کے لئے جلوس۔ جلسے اور مظاہرے کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ کیونکہ اس سے آمد و رفت میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے؟

۔۔۔۔ جمہوریہ امریکہ کے صدر مسٹر ہوور نے التوائے قرضہ کی جو تجویز پیش کی تھی۔ اس پر مزید غور کرنے کے لئے ۱۷ جولائی کو لندن میں ایک اہم جلسہ ہونے والا ہے جس میں مختلف ممالک کے نمائندے شامل ہوں گے؟

۔۔۔۔ ضلع ہوشیارپور کے ایک گاؤں میں چھاپہ کر پولیس نے بہت سے جعلی سکے اور پانچ بم برآمد کئے۔ اس وقت تک صرف ایک گرفتاری عمل میں لائی گئی ہے؟

۔۔۔۔ بنوں میں کانگرسی کپڑا بیچنے والوں کی دو دکانوں پر پکٹنگ کر کے ان کو سخت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ان کی اس حرکت سے تنگ آکر تاجران پارچہ کی طرف سودیشی سٹور پر پکٹنگ شروع کر دیا گیا ہے اگر سب جگہ اسی طرح ہو۔ تو کانگرسیوں کو بہت جلد قدر عافیت معلوم ہو جائے؟

۔۔۔۔ ماسٹر تارا سنگھ مدیر اکالی نے جو کانگرس کی مجلس عاملہ میں شرکت کے لئے بمبئی گئے ہوئے ہیں۔ وہاں سے تار دیا ہے کہ قومی جھنڈے کے متعلق تحقیقات کے لئے جو کمیٹی مقرر تھی۔ اس نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ قومی جھنڈے کا رنگ زعفرانی ہوگا۔ مگر اوپر کا بایاں کنارہ سفید ہوگا۔ سیاہ اور نیلے رنگ میں چرخے کی تصویر ہوگی؟

۔۔۔۔ کاماگاٹا مارو والے بابا گودت سنگھ نے وائسرائے کو لکھا ہے کہ ۲۴ جولائی کو میرے لڑکے کی شادی میں شمولیت کے لئے مہاراجہ نابھ کو شریک ہونے کی اجازت دی جائے؟

۔۔۔۔ لاہور۔ ۱۳ جولائی۔ انگریزی اخبار "ہندو ہیرلڈ" کا نام اب "ڈیلی ہیرلڈ" ہوگا۔ اور مسٹر بی جی ہارنیمن اس کے ایڈیٹر ہوں گے۔ آپ لاہور آچکے ہیں۔؟

۔۔۔۔ شملہ۔ ۱۳۔ جولائی۔ سکندر آباد ضلع ملتان سے فساد کے متعلق گورنمنٹ پنجاب نے جو اعلان شائع کیا تھا۔ اس کے سلسلہ میں ذیل کی مزید تفاصیل معلوم ہوئی ہیں۔ اس فساد میں ۱۳ ہندو اور ۱۰ مسلمان زخمی ہوئے۔ ۸۷ دوکانیں اور گھر لوٹ لئے گئے۔ ۲۴ عمارات جلا دی گئیں۔ اس فساد کی تحقیقات کرنے کے لئے پولیس کا ایک خاص عملہ تعینات کیا گیا ہے۔ جو ہر دو فرقہ ہندو و مسلمان افسروں پر مشتمل ہے بہت سی گرفتاریاں کی جاچکی ہیں؟

۔۔۔۔ جموں۔ ۱۲ جولائی۔ ریاست کشمیر کے سو فیصدی مسلمان مہاراجہ صاحب کے اعلان پر سخت بے اطمینانی کا اظہار کر رہے ہیں اور ہندو بہت خوش ہیں۔ "پرتاپ" نے جو یہ لکھا ہے۔ کہ مسلمان اس اعلان کا خیر مقدم کر رہے ہیں۔ بالکل ہرزہ سرائی ہے؟

۔۔۔۔ راولپنڈی ۱۳ جولائی۔ راولپنڈی سے گلمرگ تک کا راستہ طغیانی اتر جانے کی وجہ سے صاف ہے۔ صرف کوہالہ میں سواریاں بدلنی پڑیں گی۔ نیہال کا راستہ بھی سوموار تک کھل جائے گا؟

۔۔۔۔ مہاراجہ جودھپور نے بنارس ہندو یونیورسٹی کو مزید دو لاکھ روپیہ زراعتی کالج کی بنیاد رکھنے کے لئے دیا؟

۔۔۔۔ ۱۲ جولائی۔ ڈیرہ اسماعیل خاں کے نزدیک دریائے سندھ میں ایک کشتی الٹ گئی۔ مسلمانوں کی ایک برات پچیس مرد۔ عورتوں اور بچوں پر مشتمل اس کشتی میں سوار تھی۔ کہ رستہ میں تیز آندھی نے آلیا۔ کچھ آدمیوں نے تیر کر اپنی جانیں بچائیں تین نوعمر لڑکے۔ ایک عورت اور دو مرد غرق ہو گئے۔ برات کا ایک ہزار سے زیادہ کا زیور اور مال و اسباب بھی دریائے سندھ کی بھینٹ ہوگیا؟

۔۔۔۔ لاہور ۱۳ جولائی۔ معلوم ہوا ہے کہ پولیس لاہور میں ایک اور مقدمہ سازش تیار کر رہی ہے۔ اسی مقدمہ کے سلسلہ میں چند نوجوان گرفتار ہو چکے ہیں۔ کیس ابھی مکمل نہیں ہوا؟

۔۔۔۔ لندن ۱۴ جولائی۔ گاندھی جی کے لنڈن میں آنے کے متعلق یہاں عجیب و غریب افواہیں پھیل رہی ہیں۔ یہاں کے کمیونسٹ آپ کے استقبال کے خلاف ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ ان کے خلاف مظاہرے کئے جائیں؟

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا۔